از مکاتیب شریفہ
مکتوب نمبر ۸۵ و ۹۰ فارسی

ایضاح الطریقہ

سیّدنا و مولانا قبلہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ

ترجمہ اردو

حضرت مولانا منظور احمد صاحب

طباعت بحکم

شیخ المشائخ سیّدنا و مُرشدنا قبلہ
حضرت مولانا ابو الخلیل خان محمد رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ

نام کتاب : ایضاح الطریقہ
نام مصنف : حضرت شاہ غلام علی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ
اُردو ترجمہ : حضرت مولانا منظور احمد صاحب، مدینہ منورہ
اشاعت بحکم : شیخ المشائخ قبلہ حضرت مولانا ابوالخلیل خان محمد رحمۃ اللہ علیہ
اہتمام : دی پرنٹ، راولپنڈی، ۰۳۰۰-۵۱۹۲۵۴۳
ناشر : خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ، کندیاں، ضلع میانوالی
طبع اوّل : ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء
طبع دوم : ۱۴۳۲ھ/۲۰۱۱ء
ہدیہ : 120/

خانقاہ سراجیہ نقشبندیہ مجددیہ
کندیاں، ضلع میانوالی

فہرست

مختصر حالات

حضرت مولانا سیّدنا عبداللہ

المعروف بہ شاہ غلام علی دہلویؒ

آپ کی نسبت باطنی حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ سے ہے۔ آپ کی ولادت ۱۱۵۸ھ میں بمقام بٹالہ علاقہ پنجاب ہندوستان میں ہوئی۔ آپ کا نسب حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت شاہ عبداللطیفؒ نہایت ذاکر و مجاہد بزرگ تھے۔ کریلہ جوش دے کر کھایا کرتے اور جنگل میں جا کر ذکر جہر کیا کرتے تھے۔ حضرت ناصرالدین قدس سرہ سے بیعت تھے۔ حضرت کی ولادت سے قبل آپ کے والد نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خواب میں دیکھا۔ فرماتے ہیں کہ اپنے لڑکے کا نام علی رکھنا، چنانچہ بعد پیدائش آپ کا نام علی رکھا گیا، لیکن جب آپ بلوغت کو پہنچے تو آپ نے احتراماً اپنا نام غلام علی رکھا۔ اسی طرح پیدائش کے وقت آپ کی والدہ نے کسی بزرگ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں اپنے بیٹے کا نام عبدالقادر رکھنا۔ یہ بزرگ شاید حضرت غوث الاعظم سیّد عبدالقادر جیلانیؒ تھے۔ آپ کے عم شریف نے کہ نہایت بزرگ مرد تھے، ایک مہینہ میں قرآن حفظ کیا تھا۔ انہوں نے بحکم رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم آپ کا نام عبداللہ رکھا۔ آپ کے والد دہلی میں رہا کرتے تھے، وہاں اپنے پیر سے کہ حضرت خضر علیہ السلام کے ہم صحبت تھے، بیعت کرانے کے واسطے بلایا تھا، لیکن وہاں سے فیض مقدر میں نہ تھا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو ان کا انتقال ہوگیا۔ آپ کے والد ماجد نے فرمایا کہ میں نے تم کو اپنے پیر سے بیعت کرانے کے لئے بلایا تھا، لیکن تقدیر میں نہ تھا۔ اب جس جگہ تمہارا قلبی اطمینان ہو، وہاں بیعت ہو جاؤ۔ آپ ۱۱۸۰ھ میں کہ اس وقت آپ کی عمر

بائیس سال کی تھی حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض بیعت کی۔ حضرت مرزا صاحب قدس سرہ نے فرمایا کہ جس جگہ ذوق وشوق ہو وہاں بیعت کرو یہاں تو بے نمک پتھر چاٹنے کا مضمون ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے یہی منظور ہے۔ حضرت مرزا صاحب نے پھر آپ کو قادریہ خاندان میں بیعت فرمایا اور تلقین طریقہ مجددیہ فرمایا۔ پندرہ سال تک حضرت مرزا صاحب قدس اللہ سرہ کی خدمت میں حاضر حلقہ ومراقبہ رہے اور با اجازت مطلقہ مع بشارت ضمنیت مشرف ہوئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اوّل اوّل مجھ کو تردّد ہوا کہ اگر میں طریقہ نقشبندیہ میں شغل اختیار کروں تو کہیں حضرت غوث الاعظمؒ کے ناراض ہونے کا باعث نہ ہو۔ اسی اثنا میں ایک شب خواب میں دیکھا کہ ایک مکان میں حضرت غوث الاعظمؒ تشریف رکھتے ہیں اور ان کے سامنے ایک مکان ہے وہاں حضرت خواجہ نقشبندؒ رونق افروز ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا کہ مقصود خدا تعالیٰ ہے، جاؤ کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اس واقعہ کے بعد آپ نے طریقہ نقشبندیہ کی اشاعت شروع فرمائی اور آخر کار اس قدر فیض آپ کی زندگی میں آپ سے جاری ہوا کہ شاید ہی کسی شیخ سے ان کی زندگی میں جاری ہوا ہو۔ ہندوستان، کابل، بلخ، بخارا، عرب اور روم سب جگہ آپ کے خلیفہ پہنچ گئے تھے اور طریقہ ان سے جاری ہو گیا تھا۔ حضرت مولانا غلام محی الدین قصوریؒ نے اپنے ملفوظات میں فرمایا ہے کہ ایک روز عصر کے بعد حاضر تھا، حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا کہ الحمد للہ ہمارا فیض دور دور پہنچ گیا ہے۔ مکہ مکرمہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، مدینہ منورہ میں ہمارا حلقہ بیٹھتا ہے، بغداد شریف، روم ومغرب میں ہمارا حلقہ جاری ہے اور مسکرا کر فرمایا کہ بخارا تو ہمارے باپ کا گھر ہی ہے۔ بعض لوگ بحکم سرور انبیاء ﷺ بعض بحکم بعض بزرگاں وبعض خود کو خواب میں دیکھ کر حاضر حضور ہوئے۔ حضرت مولانا خالد رومیؒ باشارہ جناب رسول اللہ ﷺ مدینہ شریف سے دہلی آئے اور آٹھ نو ماہ میں اجازت وخلافت سے مشرف ہو کر اپنے وطن کردستان واقع ملک روم واپس چلے گئے۔ وہاں ان کو اس قدر قبولیت ہوئی کہ جس کی حد نہیں۔ ایک مرتبہ فرمایا

کہ اب ضعیف ہو گیا ہوں کچھ نہیں ہو سکتا۔ پہلے شاہجہان آباد کی جامع مسجد میں رہا کرتا تھا، حوض کا تلخ پانی پیا کرتا تھا، دس پارے روزانہ قرآن شریف کے پڑھا کرتا تھا اور دس ہزار نفی اثبات کیا کرتا تھا، نسبت ایسی قوی ہو گئی تھی کہ تمام مسجد انوارات سے پُر تھی، جس کوچہ میں گزر جاتا تھا وہ بھی نورانی ہو جاتا تھا، اگر کسی بزرگ کے مزار پر جاتا تھا اس کی نسبت پست ہو جاتی تھی، تب میں از راہ تواضع اپنے تئیں پست کیا کرتا تھا۔

ارشادات

فرمایا کہ آدمی کو دو چیز درست اور دو چیز شکستہ چاہیے؛ دین درست اور یقین درست، دست شکستہ اور پا شکستہ۔ فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت مرزا صاحبؒ سے کسی نے میری نسبت یہ بیان کیا کہ وہ طالب ذوق وشوق وکشف وکرامت ہے۔ انہوں نے یہ سن کر فرمایا کہ جو شخص ایسے شعبدوں کا طالب ہو، اس کو کہو کہ ہماری خانقاہ سے چلا جائے اور ہمارے پاس نہ آئے۔ جب یہ خبر مجھ کو پہنچی میں نے حاضر ہو عرض کی کہ حضور نے یہ فرمایا ہے؟ جواب دیا کہ ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ پھر کیا حکم ہے۔ فرمایا کہ یہاں بے نمک پتھر چاٹنا ہے، اگر یہ بے مزگی منظور ہو تو ٹھہرے رہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھے یہی منظور ہے۔ ایک دن ارشاد فرمایا کہ اس طریقہ نقشبندیہ میں مجاہدہ نہیں ہے، مگر وقوف قلبی کہ اپنا خیال دل کی طرف اور دل کا خیال ذات الٰہی کی طرف ہو اور نگہداشت خطرات گذشتہ وآئندہ ہے اور یہ اس طرح چاہیے کہ جب خطرہ دل میں پیدا ہو کہ فلاں کام گذشتہ زمانہ میں کس طرح ہوا تھا، اسی وقت دل سے دفع کرے کہ تمام قصہ دل میں نہ آئے۔ یا دل میں خیال آئے کہ فلاں جگہ جا کر یہ کام کروں اور اس کام میں فائدہ ہو، اس کو معاً دفع کرے، غرضیکہ جو خطرہ غیر اللہ کا دل میں آئے، اس کو اسی وقت دفع کرے۔ فرمایا کہ احوال قلب سالک پر مثل باران شدید ظاہر ہوتے ہیں اور جب قلب سے عروج ہو کر لطیفہ نفس کی سیر ہوتی ہے، مثل بارش خفیف جلوہ گر ہوتے ہیں اور جب لطیفہ نفس سے سیر جس قدر بلند ہوتی جاتی ہے، نسبت سمجھ میں نہیں

آتی۔ استہلاک واضمحلال زیادہ ہوتا جاتا ہے اور نسبت مثل شبنم کے ہو جاتی ہے۔ ایک مرتبہ کسی نے آپ سے عرض کیا کہ میرے واسطے کچھ تحریر فرمایئے۔ آپ نے یہ آیت شریف تحریر فرمائی: قل اللّٰہ ثم ذرھم اور اس کی تفسیر بھی اس کے نیچے اس طرح لکھی کہ امور جزئی وکلی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے اور فکر معاش وغیرہ کچھ نہ کرنا چاہیے اور تعلقات ماسواء اللہ کو چھوڑنا چاہیے اور اپنے جمیع امور کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرنا چاہیے۔ ایک دن ایک درویش کو آپ نے توجہ کے لئے یاد فرمایا، کسی نے عرض کی کہ وہ جامع مسجد کی طرف سیر کو گیا ہے۔ فرمایا کہ یہ کیا فقیری ہے؟ فقیری میں صبر لازم ہے اور صبر حبس نفس کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جس وقت ہم مجاہدہ میں مشغول تھے، پچیس برس تک اپنے آپ کو ایک حجرے میں بند کر رکھا تھا، نہ سردیوں میں باہر آتا تھا اور نہ گرمیوں میں۔ فرمایا کہ میری سترہ برس کی عمر تھی کہ دہلی میں آیا تھا، اب مجھ کو دہلی میں ساٹھ سال گزر چکے ہیں اور ایک دن بھی بلا ذکر و فکر اور مراقبہ نہیں گزرا، مع ہذا خوف خاتمہ ہر وقت دامن گیر ہے اور اطمینان اس وقت ہوگا، جب بہشت میں داخل ہو جاؤں گا اور اپنے کانوں سے ندائے رب العالمین سنوں گا کہ اے بندے میں تجھ سے راضی ہوں۔ فرمایا کہ ہمارے اکابر طریقت" فرماتے ہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ میں نہایت کو بدایت میں درج کیا ہے۔ اس کے معنی بہت لوگوں نے کئے ہیں۔ فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ نہایت بدایت میں پیدا ہونے سے توجہ دائمی و حضور مع اللہ ہے اور کم خطرگی یا بے خطرگی مراد ہے۔ یہ اور سلسلوں میں نہایت خیال کی جاتی ہے اور نقشبندیہ طریقہ میں شروع ہی میں پیدا ہو جاتی ہے اور فرمایا کہ نہایت ہمارے ہاں کچھ اور ہی ہے اور وہ توجہ حضور کا گم ہونا ہے۔ فرمایا کہ ذکر کثیر سے مراد ذکر قلبی دائمی ہے کہ وہ انقطاع پذیر نہیں ہے اور لسانی مراد نہیں ہے کہ وہ انقطاع پذیر ہے اور اس پر دلیل آیت کریمہ: رجال لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللّٰہ ترجمہ: ''باز نہیں رکھتی ان کو تجارت اور نہ بیع ذکر اللہ سے۔'' کیونکہ تجارت میں ذکر زبانی موقوف ہو جاتا ہے قلبی موقوف نہیں ہوتا۔ فرمایا کہ اکثر آدمی قلبی ذکر کو خفی کہتے ہیں اور یہ غلط ہے۔ کیونکہ خفی کے معنی پوشیدہ کے ہیں۔ ذکر قلبی

اگرچہ غیر سے پوشیدہ ہے، لیکن فرشتوں اور شیطان سے پوشیدہ نہیں ہے۔ پس خفائے حقیقی اس میں نہ پایا گیا۔ دراصل ذکر خفی ذاکر کے مذکور میں گم ہونے کو کہتے ہیں کہ اس کو کوئی خبر اپنی اور ذکر کی نہ ہو۔ فرمایا کہ میرا حال ایسا ہے کہ ہر چند متوجہ قلب ہوتا ہوں، کوئی اثر توجہ اور ذکر کا نہیں پاتا، البتہ کسی وقت غیبت ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ روئیں روئیں سے ذکر جاری ہے۔ فرمایا کہ شب قدر عجیب بابرکت رات ہے۔ اس میں دعا وعبادت مقبول ہوتی ہے۔ اہلِ قرب کو اس رات اور ہی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ فرمایا کہ ایک بار میں جامع مسجد میں رات کو سویا ہوتا تھا۔ اعتکاف کی حالت تھی، ایک شخص نے مجھ کو آکر جگایا اور کہا: اٹھ! رسول اللہ ﷺ کی امت مرحومہ کے واسطے دعا کر۔ میں اٹھا تو دیکھا ہر طرف نور ہی نور ہے۔ میں جان گیا کہ یہ شب قدر کا نور ہے۔ فرمایا کہ رضائے پیر سبب قبول خلق وخالق ہے اور آزردگی پیر سبب نفرت خلق وخالق ہے۔ فرمایا کہ پیر کی رضا سے وہ حاصل ہوتا ہے کہ کسی مجاہدہ و ریاضت سے نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ حضرت خواجہ محمد بہاء الدین نقشبند قدس اللہ اسرارہم فرماتے ہیں کہ اس طریقہ میں بنائے کار انکسار افتقار بجناب الٰہی اور پیر سے اخلاص پر ہے۔ حضرت خواجہؒ نے بارہ روز سجدہ میں پڑ کر جناب الٰہی میں مناجات کی کہ الٰہ العالمین مجھ کو طریقہ جدیدہ عطا فرما کہ سہل الطریق اور اقرب الطریق الی اللہ ہو اور موصل ہو، چنانچہ اللہ تعالیٰ سبحانہٗ وتعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور یہ طریقہ عطا فرمایا۔ فرمایا کہ حضرت مرزا صاحبؒ سے کسی نے عرض کیا کہ آپ نے یہ طریقہ مجددیہ کیوں اختیار کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ اس طریقہ میں چنداں ریاضت ومجاہدہ نہیں ہے اور میں مرزا نازک مزاج تھا، مجھ سے اور طریقوں کے مجاہدات نہ ہو سکتے۔ فرمایا کہ اہلِ محبت کو حاجت اعمال کی نہیں، ان کو عمل قلیل کافی ہوتا ہے، بلکہ قلیل کی بھی حاجت نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ طریقہ نقشبندیہ علماء کو پسند ہے۔ فرمایا کہ جب حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ کا شہرہ کمال منتشر ہوا، ایک زاہد آپ کے اوقات اور اعمال دیکھنے کے واسطے آیا۔ اس نے آپ کو کوئی ریاضت یا مجاہدہ کرتے نہ دیکھا۔ سیدھی سیدھی نمازوں کو پڑھ لیا، رات کو بعد عشاء پلاؤ کھا کر سو رہے، ثلث شب سے

تہجد پڑھ لیا۔ وہ زاہد حیران ہو گیا اور عرض کی کہ میں تمام شب نہیں سویا اور ذکر کرتا رہا اور آپ نے شام کو پلاؤ کھایا اور اکثر شب سوتے رہے، لیکن جو نور آپ میں ہے، وہ مجھ میں نہیں ہے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا کہ یہ اسی پلاؤ کا نور ہے۔ فرمایا کہ دل کو ماسوا سے خالی کرنے اور ذات حق سبحانہٗ کی طرف متوجہ رہنے سے نور حاصل ہوتا ہے۔ فرمایا کہ ایک روز ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ آپ مجھ کو رب کی یاد سکھا دیں۔ میں نے کہا اللہ اللہ دو ہزار مرتبہ ہر روز صبح کے وقت کہہ لیا کر۔ اس نے کہا اس لفظ سے تو نہیں یاد کروں گا۔ میں نے کہا اچھا قلب کی طرف متوجہ ہو کر دل سے تو ہی تو، تو ہی تو، کہتا رہ۔ اس پر وہ راضی ہو گیا۔ چند روز کے بعد اس کے دل میں توجہ الی اللہ پیدا ہو گئی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ فرمایا کہ ایک ہندو میرے پاس آیا اور کہا کہ میں روزانہ پچاس ہزار بار اللہ اللہ کرتا ہوں، اس کی برکت سے ماسوا سے اعراض ہو گیا ہے۔ فرمایا کہ میں نے اپنی ان آنکھوں سے اس کے دل میں کیفیت دیکھی ہے، لیکن کفر کی وجہ سے کیفیت مکدرہ تھی۔ کیفیت نورانی سوائے ذکر ایمانی کے نہیں ہوتی۔ فرمایا کہ اس ہندو سے مجھ کو نہایت حسرت ہوئی کہ باوجود ظلمت کفر ایک دم بھی یاد الٰہی سے غافل نہیں ہوتا اور میں باوجود نور ایمان غافل ہوں۔ (یہ فقرہ کسر نفسی کے طور پر فرمایا)۔ فرمایا کہ طالب کیفیت خدا پرست نہیں ہے۔ ذکر کرنا چاہیے خواہ کیفیت پیدا ہو یا نہ ہو۔ ذکر فی نفسہٖ عبادت ہے۔ فرمایا کہ ہر روز پچیس ہزار مرتبہ اسم ذات اللہ اللہ دل کے ساتھ کرنا ضروری ہے۔ فرمایا کہ جمعیت باطنی کی یہ تعریف ہے کہ تشویش آئندہ و گذشتہ دل میں نہ آئے۔ فرمایا کہ فقیر دل کی مراد سے خالی ہونے کو کہتے ہیں نہ کہ ہاتھ کے خالی ہونے کو۔ فرمایا کہ منصورؒ نے لغزش کھائی اور زمانہ میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری کرتا، اگر میرے زمانہ میں ہوتا تو میں بیشک ان کی مدد کرتا، اس حالت سے نکال کر حالت فوق پر لے جاتا۔ فرمایا کہ تربیت کی دو قسمیں ہیں: تربیت جمالی اور جلالی۔ تربیت جمالی سے سب راضی رہتے ہیں، موافق نفس ہے۔ لیکن تربیت جلالی پر قائم رہنا نہایت دشوار اور مردانِ دین دار کا کام ہے۔ فرمایا کہ حقیقت رضا بجز فنائے کامل حاصل نہیں ہوتی اور اسی وجہ سے

اتفاق اس پر ہے کہ رضا آخرت کے مقامات سے ہے۔ فرمایا کہ اس زمانہ میں کوئی عمل تصفیہ قلب کے واسطے اولیاء اللہ کے اذکار کی کتاب کے مطالعہ کرنے سے بہتر نہیں ہے۔ فرمایا کہ میرے پیرؒ نے مجھ کو دو نصیحتیں کی ہیں؛ ایک یہ کہ لوگوں کے عیب کی نیکی کی طرف تاویل کرنا اور دوسرا یہ کہ اپنی نیکی کی عیب کی طرف تاویل کرنا۔ میں نے عرض کیا کہ اس سے تو امر بالمعروف موقوف ہو جائے گا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو کسی میں ہی نہیں معلوم ہوتا کہ اس کو امر بالمعروف کیا جائے، ہر ایک کو نیک ہی جانتا ہوں۔ فرمایا کہ حضرت سعدی شیرازیؒ نے فرمایا:

مرا پیر دانائے مرشد شہاب دو اندرز فرمود بر روئے آب
یکے آنکہ برخویش خود بیں مباش دوم آنکہ برغیر بد بیں مباش

ترجمہ: ''مجھے میرے پیر دانا حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردیؒ نے دریا پر یہ دو نصائح کیں۔ ایک یہ کہ خود بیں نہ بننا اور دوسری یہ کہ غیر کی بد بینی اور تحقیر نہ کرنا۔''

کرامات

ایک روز ایک ہندو برہمن کا خوبصورت بچہ مجلس شریف میں اتفاقاً آگیا۔ سب اس کی طرف دیکھنے لگے۔ آپ کی نظر عنایت اس پر ہوگئی۔ اس نے کلمۂ شہادت پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔

ایک صالحہ ضعیفہ عورت کے جوان لڑکے کا انتقال ہوگیا۔ آپ اس کی تعزیت کے لئے تشریف لے گئے۔ دوران تعزیت فرمایا کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ تم کو فرزند نعم البدل عطا فرمائے۔ اس عورت نے عرض کیا کہ حضرت میں بھی اب ضعیف ہوگئی ہوں اور میرا خاوند بھی ضعیف ہوگیا ہے، اب کیا اولاد ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ خداتعالیٰ قادر ہے۔ بعد ازاں آپ وہاں سے اٹھ کر ایک مسجد میں تشریف لائے اور وضو فرما کر دو رکعت نماز پڑھی اور اس عورت کے فرزند عطا ہونے

کے لئے دعا فرمائی۔ بعد دعا آپ نے ہمراہی سے فرمایا کہ اس عورت کے ہاں فرزند ہونے کے لئے دعا کی تھی اثر اجابت پایا گیا، انشاء اللہ تعالیٰ لڑکا ہوگا۔ حضرت کی بشارت کے مطابق اللہ کریم نے اس کو فرزند عطا فرمایا اور وہ جوان ہوا۔ ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میرا لڑکا دو مہینہ سے گم ہے، دعا فرمائیں کہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو تیرے گھر ہے۔ وہ اس بات سے نہایت حیران ہوا کہ میں ابھی گھر سے آرہا ہوں۔ خیر وہ حضرت کے فرمانِ عالیٰ کے مطابق گھر آیا تو دیکھا کہ واقعی لڑکا گھر آ گیا ہے۔

وصال شریف

جب مرض وصال شریف شروع ہوا اس میں بواسیر اور خارش نے غلبہ کیا۔ آپ کی اکثر عادت تھی کہ وقت مرض اکثر وصیت نامہ تحریر فرماتے اور زبانی نصائح برائے دوام ذکر و پرداخت نسبت و اخلاق حسنہ و معاشرت اور مجاری فیض پر عدم چون چرا اور اتحاد بین المسلمین و مابین برادران طریقت اور فقر و قناعت توکل و تسلیم و رضا کی فرماتے۔ فرمایا کہ حضرت خواجہ نقشبندؒ نے فرمایا تھا کہ میرے جنازہ کے آگے فاتحہ یا کوئی آیت شریف یا کلمہ طیبہ نہ پڑھنا کہ بے ادبی ہے، بلکہ یہ دو بیت پڑھنا:

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو — شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما — آفرین بر دست و بر بازوئے تو

ترجمہ: ''ہم مفلس آپ کے کوچہ میں آئے ہیں، اللہ کے لئے اپنے رخ انور کی جھلک دکھایئے۔ ہمارے زنبیل کی طرف اپنے کرم کا ہاتھ کھولیے۔ آپ کے ہاتھ اور بازو پر صد آفرین۔''

وفدت علی الکریم بغیر زاد — من الحسنات والقلب السلیم
فحمل الزاد اقبح کل شئی — اذا کان الوفود علی الکریم

ترجمہ: میں اپنے رب کریم کی طرف بغیر زادِراہ لیے جا رہا ہوں۔

میرے پاس نہ کوئی نیکیاں ہیں اور نہ ہی قلب سلیم ہے۔ زادِ راہ کا اٹھانا اس حالت میں جب کہ خدا تعالیٰ کی رحمت پر پورا بھروسہ ہو، ہر چیز سے ناپسندیدہ ہے۔

بتاریخ ۲۲-صفر ۱۲۴۰ھ بروز شنبہ آپ نے وصال فرمایا۔ نمازِ جنازہ مسجد دہلی میں حضرت شاہ ابو سعیدؒ نے پڑھائی اور حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ کے پہلو میں دفن کئے گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

جزاوّل

رسالہ سبع سیارہ

بیعت کی قسموں اور پیری مریدی کی شرطوں کے بارے میں مریدوں میں مرشدوں کے آثار کی تاثیر، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر بالخیر، ایک ولی کی فضیلت دوسرے پر (بغیر حجت اور دلیل کے) نہ دینا، سماع وموسیقی کے حدود اور درویشی وقناعت کی زندگی، توحید کی قسمیں، مرید کو مرشد کی طرف سے اجازت اور جانشینی کے بارے میں بدعتوں (یعنی اپنی طرف سے دینی باتیں بنانے)، غیر شرعی اور کافروں کے رسم ورواج کے بارے میں

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جزاوّل

رسالہ سبع سیارہ

بیعت واقسام بیعت

اللہ پاک جل جلالہٗ کی حمد وثنا اور رسول اللہ ﷺ پر درود وسلام کے بعد فقیر عبداللہ عرف غلام علی قادری نقشبندی مجددی عفی عنہ گزارش کرتا ہے کہ جاننا چاہیے کہ بیعت کے معنی ہیں عہد و پیمان کرنا، پھر اس پر مضبوطی اور پابندی کے ساتھ کاربند رہنا۔ بیعت کرنا صوفیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے ہاں معمول اور جاری وساری عمل ہے اور یہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی سنت وطریقہ ہے۔

بیعت تین قسم کی ہے۔ پہلی قسم یہ ہے کہ آدمی کسی بزرگ کے ہاتھ پر گناہ چھوڑنے کی توبہ کرے۔ (اس قسم کی بیعت کا حکم یہ ہے) کہ یہ گناہ کبیرہ سے ٹوٹ جاتی ہے، اسے چاہیے کہ دوبارہ بیعت کرے۔ غیبت (یعنی پیٹھ پیچھے کسی کے عیوب بیان کرنے) میں اختلاف ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے کہ نہیں البتہ کسی مسلمان کی آبروریزی، بدنامی اور ذلیل کرنے کی نیت سے جو غیبت کی جائے اس کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی شبہ نہیں۔

(اس ضمن میں یہ بات بھی یادرکھنی چاہیے کہ) جن اساتذہ اور علماء کے علمی وثوق اور پختگی میں کمی ہو (یعنی ان کی بعض باتیں کمزور ہوں) اور اسی طرح وہ پیر فقیر جو اپنی طرف سے باتیں گھڑتے ہوں اور صوفیاء کرام کے صحیح اصول سے روگردانی کرتے ہوں، ان کے بارے میں لوگوں کو خبردار کرنے کی نسبت سے گفتگو کی جائے، تاکہ لوگ ان سے بچ سکیں تو اسے غیبت شمار نہیں کیا جائے گا۔

دوسری قسم اس خیال سے بیعت کرنا کہ بزرگوں کے کسی خاندان (گروہ) کے ساتھ اس کی نسبت ہو جائے، تاکہ وہ بشارتیں حاصل ہو جائیں جو اس خاندان کی خصوصیات میں سے ہیں اور اس نسبت سے کہ ان کی شفاعت سے بہرہ ور ہو۔ مثلاً قادری سلسلے میں بیعت ہو جائے، تاکہ غوث الثقلین حضرت عبدالقادر جیلانیؒ کی بشارت میں ہو کہ آپ نے فرمایا کہ میرے سلسلے کے مرید بغیر توبہ کے نہیں مریں گے (اس بیعت کا حکم یہ ہے کہ یہ گناہ کبیرہ سے نہیں ٹوٹتی لہٰذا) یہ بیعت دوبارہ کرنی ضروری نہیں۔

تیسری قسم وہ بیعت ہے جو کسی خاندان سے استفادہ کی نیت سے کی جاتی ہے۔ تو اگر یہ شخص اس خاندان کے متعلقہ ذکر و وظائف اور مراتب اخلاص (یعنی ان بزرگوں کے ذکر و فکر کے خاص انداز) اختیار کر لے اور کچھ ہاتھ نہ آیا تو اس کے لیے سچائی کے ساتھ طلب لازمی ہے کہ کسی اور بزرگوں کے خاندان کی طرف رجوع کرے اور دوسرے مرشد کے ہاتھ پر بیعت کرے، خواہ پہلے مرشد کی رضا ہو یا نہ ہو، لیکن ان کی بزرگی کا انکار نہ کرے، بلکہ یہ خیال کرے کہ میری قسمت وہاں نہیں تھی۔ اور اگر مرید اپنے مرشد کو شریعت کی پابندی اور طریقت کے اصول میں کوتاہی اور سستی پائے اور دنیا والوں اور دنیا کی محبت میں سرگرداں پائے تو کسی دوسرے مرشد سے فیض باطنی اور محبت و معرفت حاصل کر لے۔

مسئلہ: اگر کسی نابالغ بچے نے کسی کے کہنے پر کسی مرشد سے بیعت کی ہے تو سمجھ بوجھ تک پہنچنے کے بعد اس کو اختیار ہے کہ جہاں چاہے، کسی مرشد سے بیعت کر لے یا اس پہلے مرشد کی بیعت پر قائم رہے بشرطیکہ وہ مرشد کامل ہو۔

پیر کی پہچان

پیر وہ کہلاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کا ظاہراً و باطناً پابند ہو اور اس کا دامن بدعت سے داغ دار نہ ہو اور بزرگانِ دین، جیسے حضرت غوث الثقلین عبدالقادر جیلانی اور شیخ الاسلام گنج شکر رحمۃ اللہ علیہم کے عقیدے پر قائم ہو اور ساتھ فقہ کے ضروری مسائل سے باخبر ہو اور وہ

مشکوٰۃ شریف کی احادیث اور قرآن کریم کی تفسیر کا مطالعہ رکھتا ہو۔ نیز صوفیاء کرام کی اخلاقی کتابیں مثلاً امام غزالیؒ کی منہاج العابدین اور کیمیائے سعادت اور ایسے ہی بزرگوں کے باطنی احوال اور ملفوظات کی کتابوں کے پڑھنے میں پابندی سے تعلق رکھے تو دل کی اور نفس کی صفائی اور پاکی کے لیے کافی مفید ہے اور دنیا اور اہلِ دنیا سے جدائی اختیار کرے اور اپنے اوقات کو سلجھانے کے لیے نیک اعمال کی پابندی اور خلوت و کنارہ کشی اختیار کرے۔

اللہ سے رضا کی امید اور مخلوق سے مایوسی اپنی عادت بنائے۔ اگر قرآن پاک کا حفظ کرنا مشکل ہو تو قرآن پاک کے کچھ حصے کی تلاوت کرتا رہے اور کثرت ذکر کے ساتھ باطن کی کیفیات اور برکات سے فائدہ اٹھاتا رہے۔ نیز توبہ، انابت، زہد، ورع، تقویٰ، صبر، قناعت، توکل، تسلیم اور رضا اپنا شیوہ ٹھہرائے اور ایسے مرشد کو دیکھنے سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ یاد آئے اور اپنے دل کو غلط ارادوں سے صاف پائے۔

اگر مرشد چشتیہ میں سے ہیں تو ان کی صحبت اور فیض سے ذوق وشوق اور دل میں اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بے پناہ محبت اور دنیا اور اہلِ دنیا سے جدائی وتنہائی حاصل ہو جائے اور اگر سلسلہ قادریہ میں سے ہیں تو دل کی صفائی، عالمِ ارواح اور فرشتوں سے تعلق اور ماضی اور مستقبل کے بعض واقعات کا منکشف ہونا اور اگر نقشبندی بزرگوں میں سے ہیں تو ان کی صحبت میں حضور یعنی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی مسلسل یاد، جمعیت یعنی اطمینان قلب نسبت یادداشت اور بے خودی یعنی اپنے اور مخلوق سے بے پرواہی وجذبات، یعنی جوش وخروش و واردات وانکشافات حاصل ہوں اور اگر بزرگانِ مجددیہ سے متعلق ہیں تو لطائف فوقانیہ میں جو کیفیات دل کی صفائی باطنی نسبت کے لطائف اور وہ انوار واسرار جو سلسلہ مجددیہ میں موجود ہیں، پیدا ہو جائیں اور اگر مرشد کی صحبت میں یہ چیزیں حاصل نہ ہوں تو یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ:

صالحین کی صحبت دنیا سے اٹھ گئی
اور شہد کا چھتہ بھڑوں کا چھتہ بن گیا

شناخت مرید

مرید وہ ہے کہ جس کے سینہ سے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے امیدوں کی آگ بھڑکے اور اللہ کی شدت محبت اس کو بے چین کردے۔ تہجد گزار ہو۔ اس کی نگاہ حسرت کے آنسو بہانے والی ہو۔ ناکامی وخاکساری اور گذشتہ سے شرمساری اس کا شعار ہو اور آئندہ کے لیے خوف الٰہی اس کا کام ہو۔ دنیا کی بے مرادی عاجز نفسی اس کا شیوہ ہو۔ اپنے کیے ہوئے پر شرمندہ اور اپنے اوقات کی تقسیم نیک اعمال کے لیے مقرر کرے اور واقعات وحوادثات میں صبر و حوصلہ اور عفو و درگزر کر کے اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی تقدیر پر راضی ہو۔

ہر وقت اپنی تقصیر و کوتاہی کا اعتراف کرتا رہے اور مخلوق کو بے قصور سمجھے اور ہر سانس اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی یاد سے آگاہ رہے، شاید کہ یہ آخری سانس ہو اور غفلت سے نکل جائے اور عام گفتگو میں لڑائی جھگڑوں، سخت گوئی اور مقابل پر الزام تراشی سے پرہیز کرے۔ ایسا نہ ہو کہ کسی دل کو ٹھیس پہنچے کیونکہ دل اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا گھر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر خیر و بھلائی سے کیا کرے، بلکہ حدیث کی رُو سے (صحابہ کرامؓ کے اختلافات کے بارے میں) خاموشی بہتر ہے، تا کہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بارے میں کچھ کہنے سے دوری میسر ہو۔ اگر رسول اللہ ﷺ کی صحبت یافتہ تہذیب نہ پاسکے باوجودیکہ انہوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے ہیں تو ان کے سوا اوروں سے کیا خیر کی توقع ہوگی؟ جبکہ ان کی دوستی اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے حبیب ﷺ کی دوستی سے وابستہ ہے۔

اور اولیاء کرام میں اپنے گمان سے ایک کو دوسرے پر فضیلت نہ دے، کیونکہ کسی کو فضیلت دینا قرآن وسنت اور اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہوسکتا ہے اور کسی ایک سے غیر اختیاری محبت کے جذبہ کا کوئی اعتبار نہیں۔

سماع

سماع بزرگوں سے آلات موسیقی کے بغیر، عورتوں اور خوبصورت نوعمر لڑکوں اور نااہل

کے بغیر سننا ثابت ہے۔ حضرت سلطان المشائخؒ کی محفل میں کوئی خلاف شرع حرکت نہیں ہوا کرتی تھی۔ اگر کچھ ہوتا تو وہ گریہ اور سوزِ جگر ہوتا تھا جیسا کہ فوائد الفواد اور سیر الاولیاء جیسی کتابوں میں وضاحت سے موجود ہے۔

بزرگوں کی ہدایات کی خلاف ورزی دل کو بے نور کر دیتی ہے۔ تھوڑا سا سماع قبض باطنی تنگی اور اضطراب دل کو دور کرنے کے لیے بسط کو حاصل کرنے اور درد وسوز کو بڑھانے، ذوق ولطافت کے حصول کے لیے جو اشعار محبت (خداوندی) میں میسر ہوتا ہے اور دل کی نرمی کا سبب بنتا ہے۔ بعض بزرگوں نے ایک واسطہ کے طور پر اس (سماع) کو جائز رکھا تھا نہ کہ غفلت کی محفلیں سجانے کی خاطر۔ اور محفل سماع مذکورہ شرائط کے بغیر فسق و فجور میں داخل ہے۔ خبردار ایسی صورت میں پرہیز لازمی ہے۔ اگر کسی صوفی نے مطلقاً گانے بجانے کو جائز قرار دیا ہو تو اپنے جذبات سے مجبور ہے۔ شریعت کی رُو سے اس کی پیروی کرنا درست نہیں۔

ذکر جہر

ذکر جہر دل کے علاج کے لیے تجویز کیا ہے، لیکن ذکر خفی بہتر ہے، کیونکہ ہر وقت ہو سکتا ہے اور حدیث شریف کی رُو سے خفی کی فضیلت ذکر جہری پر ثابت ہے۔ دل کی حرارت پیدا کرنے اور سستی دور کرنے کی خاطر ذکر چند بار معتدل آواز سے درست ہے۔

وحدت وجود اور شہود

غلبۂ محبت کی وجہ سے، جو کثرت اذکار اور ریاضات سے حاصل ہوتا ہے، توحید باری کے اسرار و رموز منکشف ہوتے ہیں اور وہ تمام مخلوقات میں ایک خالق باری تعالیٰ کو دیکھتا ہے نہ کہ مخلوقات کو۔ حق سبحانہٗ کے ساتھ ایک ماننے کا خیال کرنا اور اپنے وہم وخیال سے وجد وحال کے بزرگوں کی پیروی میں اس بارے میں زبان سے کچھ کہنا اور خود کو موحد سمجھنا عقل وشرع کی رُو سے درست نہیں۔ حضرت رکن الدین ابوالمکارم علاء الدولہ سمنانیؒ اور حضرت امام مجدد الف ثانیؒ

اوران کے پیروکاروں نے دیکھا اور پایا ہے، یعنی منکشف ہوا کہ ایک اور معرفت اس معرفت کے علاوہ بھی حاصل ہوتی ہے، جو انبیاء علیہم السلام کے مزاج کے مطابق ہے۔

درویشی اور قناعت

ہر وقت اللہ تعالیٰ کی لَو لگانا، حسن اخلاق اور شریعت کی پابندی کرنا اور اس کا دل غیر اللہ سے فارغ ہوتا ہے اور اس کی وضع قطع رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے مزین ہوتی ہے اور دوام حضور، یعنی ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا اور اس کی ذات باری کا ہر وقت آنکھوں کے سامنے ہونا، جس کو مرتبہ احسان پکارا جاتا ہے اس کے دل کا لازمہ ہو جائے ایک بہت بڑی سعادت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ عطا کردے اور اس سے محروم نہ رکھے۔

توحید افعالی

توحید افعالی یہ ہے کہ تمام کاموں کو ایک کرنے والے کے کرنے سے جاننا۔ توحید صفاتی یہ ہے کہ تمام مخلوقات کی صفات حق سبحانہٗ کی صفات کا عکس جاننا اور توحید ذاتی کا حاصل یہ ہے کہ تمام ہستیوں کو اللہ تعالیٰ کی ہستی میں محو پانا، جیسا کہ اولیائے کرام سے مروی ہے۔ مصرع: ’’تعجب ہے اس محبت کے دعوے دار پر کہ محبوب ایک کو رکھتا ہے اور محبت دوسرے سے رکھتا ہے۔‘‘

اجازت اور خلافت

جب کوئی مرید اپنے سے پوری پوری نسبت قائم کر کے حالات باطنی، یعنی راہ سلوک کی منازل طے کر لے اور اپنے اخلاق و عادات کو سدھارے اور صبر و توکل رضا و تسلیم اور ترک دنیا اختیار کرے اور اس بلند مرتبہ پر سلف صالحین کی تابعداری میں متصف ہو چکا ہو تو مرید اجازت و خلافت کا مستحق ہے۔ باطن کے حالات و کیفیات حاصل ہوئے بغیر صرف ورد و وظائف کی تلقین

کرنے سے اجازت دینا حرام ہے۔ بزرگوں کے طریقہ مشہور کے خلاف کرتے ہوئے کسی کو خلافت دے کر مغرور بنا دینا اور دوسرے کو محروم کر کے مایوس ٹھہرانا عقل و شرع سے بعید ہے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو اور اس عمر ضائع کردہ بوڑھے کو اپنی رضا اپنے حبیب ﷺ کی رضا نصیب فرمائے، اپنے دیدار کے شوق سے نوازے۔

ترجمہ: ''اے میرے مولا! حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اولاد کے وسیلہ سے میرا خاتمہ بالایمان ہو۔ اگر تو میری دعا قبول کرے یا نہ کرے لیکن میرے ہاتھوں سے آلِ رسول ﷺ کا دامن نہ چھوٹے۔''

نماز باجماعت

نماز باجماعت میں رکوع سجدہ قومہ وجلسہ میں طمانیت اور خشوع رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ بعض علماء نے تعدیل ارکان کو فرض لکھا ہے۔ احناف کے مفتیوں میں قاضی خانؒ نے واجب لکھا ہے اور ان کے چھوٹ جانے سے سجدہ سہو واجب کہا ہے اور اگر ارادتاً چھوڑ دے تو نماز کے لوٹانے کے قائل ہیں اور جن فقہاء نے تعدیل ارکان کو سنت مؤکدہ کہا ہے ان کا قول واجب کے قریب ہے۔ سنت کو معمولی اور حقیر سمجھنا کفر ہے۔ قیام کی کیفیت اور خشوع وخضوع جدا ہے اور رکوع، سجدہ، جلسہ، قعدہ کے حالات، کیفیات اور طمانیت جدا جدا ہوتی ہیں۔

نماز تمام عبادات کا مجموعہ ہے۔ مثلاً تلاوتِ قرآن کریم، تسبیح و درود، استغفار اور دعا پر مشتمل ہے۔ درخت گویا کہ قیام میں ہیں، حیوانات رکوع میں، جمادات قعدہ میں جبکہ نماز ان کی عبادات پر بھی مشتمل ہے۔ نماز شب معراج میں فرض ہوئی۔ اگر کوئی آدمی صاحبِ معراج رسول اللہ ﷺ کے مسنون طریقے سے ادا کرے تو وہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی جناب میں بہت اونچے مقام پر فائز ہو جائے گا۔ اخلاص اور سنت کے پابند حضرات اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کا قرب و جوار نماز ہی میں ڈھونڈ پاتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے

امت پر ایک بہت بڑا احسان فرمایا ہے کہ نماز جیسی عبادت کو فرض ٹھہرایا ہے۔ پس اسی ذات کے لیے احسان اور شکر گزاری ہے اور اسی کے لیے ہر قسم کی ثنا خوانی اور تمام تعریفیں ہیں۔

نماز میں عجیب قسم کی دلی صفائی اور حاضر باشی حاصل ہوتی ہے۔ ہمارے مرشدؒ نے فرمایا ہے کہ نماز میں اگر چہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا ان آنکھوں سے دیدار نہیں ہوتا، لیکن جو کیفیت نصیب ہوتی ہے وہ دیدار سے کم نہیں اور یہ تجربہ شدہ بات ہے اور جب تحویل قبلہ کا حکم بیت المقدس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قبلہ بیت اللہ شریف کی طرف ہوا تو یہودیوں نے اعتراض کیا کہ جو نمازیں بیت المقدس کی طرف پڑھی ہیں، ان کا کیا حکم ہوگا؟ تو یہ آیت نازل ہوئی: ما کان اللّٰہ لیضیع ایمانکم ای صلوٰتکم ''اللہ تمہارے ایمان یعنی نمازوں کو ضائع کرنے والا نہیں ہے۔'' دیکھئے یہاں نماز کو ایمان ہی فرمایا ہے۔ پس نماز کو طریق مسنون سے ادا نہ کرنا ایمان کو ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری آنکھوں کی ٹھنڈک اور خوشی نماز میں رکھی گئی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کا دیدار اور حضور ہوتا ہے جو میری آنکھوں کو آرام و چین پہنچاتا ہے۔ (فرمایا: ان تعبدو اللّٰہ کانک تراہ کہ جب تو عبادت کرے تو ایسے ہو جیسے تو خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے)۔ چنانچہ حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ ارحنی یا بلال باذان و اقامۃ۔ ''اے بلال! مجھے راحت پہنچا اذان اور اقامت نماز سے۔'' اگر کوئی آدمی اپنے دل کا چین اور راحت نماز کے بغیر سمجھے تو ایسا شخص مقبول بارگاہ نہیں ہے، کیونکہ نماز تلاوت اور دیگر تمام قسم کے اذکار پر مشتمل ہے۔ جو شخص نماز ضائع کرتا ہے تو دین کے دوسرے احکام کا زیادہ ضائع کرنے والا ہوگا۔

روزہ

فضول باتوں اور غیبت سے روزے کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ غیبت نیک اعمال کے ثواب کو مٹا دیتی ہے، اس سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ سخت نادانی ہوگی کہ اتنی

محنت کوشش سے نیک اعمال کیے جائیں اور ان کا ثواب تباہ ہو جائے اور انسان کے اعمال اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔ بے ادبی ہوگی کہ غیبت اور اپنی فضول باتیں اس محسن ذات عم نوالہٗ کی بارگاہ میں روانہ کرے۔

رقص وسرود اور موسیقی کا سننا، حضرات حسنین رضی اللہ عنہما اور دیگر مزارات مقدسہ کی فرضی نقل بنانا، جو بعض پیروں فقیروں نے اپنی طرف سے یہ طریقہ گڑھ لیا ہے، جو مذہب اسلام کے لیے شرمساری اور رسوائی کی بات ہے اور بزرگوں کی تصویریں نقش کرکے جن کو بطور وسیلہ اللہ پاک کی بارگاہ میں پیش کرتے ہیں، اسلام میں اس کا کوئی جواز نہیں ہے۔ بزرگوں کے دیکھے بغیر ان کی تصویر اور نقش کا اتارنا جھوٹ اور بہتان ہے۔ اللہ سبحانہٗ و تعالیٰ ایسے لوگوں پر رحم کرے۔

سیّد اسماعیل سلمہ اللہ تعالیٰ وبارک فیما اعطاہ جو ایک عالم اور محدث ہیں، بندہ کے پاس مدینہ منورہ سے سلسلہ مجددیہ کے حاصل کرنے کے لیے آئے تھے تو میں نے ان کو آثار شریف اور متبرکات کی زیارت کی غرض سے جامع مسجد دہلی میں بھیج دیا، وہ جاتے ہی فوراً واپس آگئے اور کہا کہ وہاں شرکیات کا اندھیرا ہے، اگرچہ رسول اللہ ﷺ کے انوارات بھی ہیں۔ میں نے وہاں کے ایک مجاور سے پوچھا کہ درگاہ شریف میں کیا کیا آثار موجود ہیں؟ تو اس نے کہا کہ دیگر آثار کے علاوہ صندوق میں بزرگوں کی تصویریں بھی ہیں۔ میں نے یقین کرلیا کہ یہ شرکیات کا اندھیرا انہی تصاویر کی وجہ سے ہے۔ آپ ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ میں رکھے ہوئے بتوں کو جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مورت اور تصویر کو بھی اپنے ہاتھ مبارک سے توڑا تھا۔ اس شرکیہ عمل پر مبادا یہ آیت شریفہ صادق ہے: وما یؤمن اکثرھم باللہ الا وھم مشرکون ۔ یعنی: ”اکثر لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہوئے بھی مشرک ہوتے ہیں۔“

مرغ لڑانا و کبوتر بازی اور ہر لہو حرام ہے۔ پتھر کو تراش کر پیغمبر خدا ﷺ کا قدم شریف قرار دینا یہ بھی تصویر پرستی کے مصداق ہے۔ کفار کے رسم ورواج کو اختیار کرنا مثلاً ہولی،

دیوالی، بسنت اور مجوسیوں کا نو روز جیسے تہواروں کو منانا کافروں سے مشابہت ہے۔ اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ جب پیر حضرات ان بری باتوں میں لگ جائیں تو مریدوں کو اجازت کا پروانہ مل گیا۔ پیری مریدی کا انحصار اور دارومدار تقویٰ پر ہے۔ باطن کی کیفیات اور کشف و الہام خلاف عادت جیسی باتیں تو کافروں کو بھی حاصل ہو جاتی ہیں۔ ریاضتیں اور مجاہدے اشغال اور ضربیں لگانا جن سے جاہل اور عوام مسخر ہو جاتے ہیں جیسے سیفی جیسی دعائیں اور تیغ بندی اور نقش سلیمانی تعویز گنڈے لکھنا حصول دنیا کے لیے کی جاتی ہیں۔ ان چیزوں کا کوئی اعتبار اور حیثیت نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری پوری پیروی کرنی یہ اہل اسلام کا دین اور مذہب ہے اور یہی اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بارگاہ میں بازیابی کا ذریعہ ہے اور یہی صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریقہ ہے اور قرآن مجید کا نزول فقط اسی لیے ہوا ہے۔ اللّٰھم اھدنا الصراط المستقیم۔ اللہ پاک ہمیں اپنے پیغمبر ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام اور اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اجمعین کے سیدھے راستے پر قائم و دائم رکھے۔ (آمین)

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ایضاح الطریقہ

بعد حمد وصلوٰۃ فقیر عبداللہ عرف غلام علی عفی عنہ گزارش کرتا ہے کہ میں بائیس سال کا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بے حد عنایت میرے شاملِ حال ہوئی اور میں فیض مآب فرید زماں وحید دوران مطلع انوار، منبع اسرار محی سنن نبویہ قیم طریقہ احمدیہ نقشبندیہ مجددیہ شمس الدین، حبیب اللہ حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت میں پہنچا اور خاندان قادریہ عالیہ میں ارادت وبیعت کے شرف سے مستفید ہوا۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناں قدس سرہ اگرچہ نقشبندیہ مجددیہ خاندان سے مستفید تھے اور اسی خاندان کی نسبت مریدوں میں القاء کرتے تھے اور آپ نے یہ نسبت نقشبندیہ مجددیہ اور اس کی اجازت سیّد السادات حضرت سیّد نور محمد بدایوانیؒ سے حاصل کی تھی اور سیّد نور محمد بدایونیؒ حضرت شیخ سیف الدینؒ کے خلیفہ تھے جو عروۃ الوثقٰی حضرت خواجہ محمد معصومؒ کے فرزند ارجمند تھے۔ حضرت مرزا قدس سرہ کو طریقہ قادریہ میں بیعت کرنے کی اجازت حضرت غوث الثقلینؒ کی روح پرفتوح کی طرف سے بھی تھی۔

فرماتے تھے کہ حضرت سیّد نور محمدؒ کے انتقال کے بعد ان کے حکم سے میں نے شیخ الشیوخ حضرت محمد عابد سنامیؒ سے استفادہ کیا۔ آپ حضرت شیخ عبدالاحد سجادہ نشین حضرت محمد سعیدؒ کے خلیفہ تھے۔ قدس اللہ اسرارہما۔ فرماتے تھے (حضرت مرزا صاحبؒ) میں نے حضرت شیخ عابدؒ کی خدمت میں خاندان عالی شان قادریہ میں طلب اجازت کے لیے عرض کیا۔ آپ نے قبول فرمایا اور مجھ فقیر کے حال پر توجہ فرمائی اور مجھ پر بے خودی کی کیفیت طاری ہوگئی اور میں بے خودی میں حضور پاک ﷺ کے جمال جہاں آرا سے مشرف ہوا اور میں نے دیکھا کہ حضرت شیخ عابدؒ نے آنحضرت ﷺ کے حضور مبارک میں میرے لیے

خاندان عالی شان قادریہ میں اجازت کے لیے عرض کیا۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا کہ غوث الثقلین ؒ سے عرض کرو۔ حضرت شیخ محمد عابدؒ نے حضرت غوث الثقلینؒ سے عرض کیا۔ آپ نے قبول فرمایا اور اپنے خادم کو حکم دیا کہ متبرک خرقہ اجازت عطا کردو۔ خادم ریشمی خلعت لے آیا اور مجھ فقیر کی گردن پر رکھ دیا۔ فقیر کے باطن پر عجیب برکت اور کیفیت وارد ہوئی کہ بیان میں نہیں آسکتی۔ اس واقعہ کے مشاہدے کے بعد حضرت شیخ قدس سرہ کے حکم سے بے خودی سے افاقہ ہوا اور حضرت شیخ نے اس عطائے کرامت پر مبارک باد فرمائی۔

حضرت مرزا صاحبؒ فرماتے کہ (اس اجازت سے) نسبت قادریہ کے انوارات جو اُس خاندان کے مشائخ میں وراثتاً چلے آتے ہیں، میرے اندر اور زیادہ بڑھ گئے۔

حضرت مرزا صاحبؒ فرماتے تھے کہ مجھے جناب مبارک خواجہ قطب الدینؒ سے نسبت چشتیہ بھی پہنچی ہے اور اس نسبت چشتیہ کی کیفیت کبھی کبھی خود بخود مجھ پر ظاہر ہوتی ہے اور ذوق وشوق وسوزش جو اُس خاندان کے لوازمات ہیں، میرے دل کو مسرور کرتے ہیں اور اس وقت سماع کی طرف میلان پیدا ہوتا ہے اور رقت اور گریہ پیدا ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''عشق کے صرافوں کے بازار کے سرے پر ہر گھر میں دوسری ہی دوکان ہے۔''

حضرت مرزا صاحبؒ نسبت نقشبندیہ قادریہ مجددیہ اور چشتیہ کے جامع تھے۔ لیکن بزرگانِ مجددیہ کی نسبت ان پر غالب تھی۔ خاندان نقشبندیہ کے آداب کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے آپ اس طریقہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے اذکار و اشغال تلقین فرماتے تھے۔ اطراف عالم آپ کے فیوض وبرکات سے بہرہ مند ہوتا تھا۔ آپ کے خلفاء اور آپ کے خلفاء کے خلفاء اطراف عالم میں طالبان راہ خدا کی ہدایت ورہبری کا سبب بن رہے ہیں۔ حضرت ایشان قدس سرہ نے مجھ مسکین کو ذکر وشغل باطنی کی تلقین فرمائی اور میں نے اس طریقہ نقشبندیہ مجددیہ پر ہمیشگی اور استقامت اختیار کی۔ میں نے پندرہ سال تک حضرت مرزا صاحبؒ کی صحبت، حلقۂ ذکر اور توجہ ومراقبہ کے انوار حاصل کئے اور آپ کی توجہات روح افزا

کی برکت سے میں نے طریقہ عالیہ مجددیہ کے حالات وواردات سے مناسبت حاصل کی اور اس طریقہ عالیہ کی کیفیات، مقامات، اصطلاحات کا وجدانی ذوقی تجربہ وادراک حاصل کیا۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

۱۲۱۲ ہجری کے ان ایام میں چند عزیزوں نے مجھے مجبور کیا کہ حضرات خواجگان نقشبندیہ مجددیہ رحمۃ اللہ علیہم کے کلام مبارک سے یہ چند فوائد جمع کر کے تحریر کروں، لیکن ان فوائد کی تحریر وتقریر تمام تر حضرت ایشان کی صحبت کثیر البرکت کے فیض سے ہی انجام پذیر ہوئی ہے، وگرنہ ان بزرگوں کے اقوال بیان کرنا اور اس موضوع پر کچھ لکھنا مجھ ناکارہ بے سروسامان کی طاقت سے باہر ہے۔

ترجمہ: ''جمال محبوب کی صحبت نے میرے اندر تاثیر پیدا کردی ہے وگرنہ میں تو مٹی کی مٹی ہوں۔''

بنیادی اصول طریقہ نقشبندیہ

جان لیجئے کہ طریقہ مجددیہ کی بنیاد اصول طریقہ نقشبندیہ پر ہے اور یہ اصول حسب ذیل ہیں:

(۱) وقوف قلبی (۲) توجہ بہ مبدء فیاض (۳) نگہداشت خواطر (۴) دوام ذکر (۵) صحبت شیخ کو مضبوط پکڑنا۔ ہر مقام پر مورد فیض وماخذ فیض کا لحاظ رکھنا اور اذکار واشغال طریقہ نقشبندیہ پر ہمیشگی اختیار کرنا۔ لیکن اکابر مجددیہ کے مقامات واصطلاحات بلند ایک علیحدہ چیز ہیں۔ ان کا خلاصہ بھی ان فوائد کے ضمن میں تحریر کیا جاتا ہے۔

الحمدللہ یہ سب کچھ بندہ کو پیر دستگیر قیم طریقہ مجددیہ محی سنن نبویہ کی صحبت کی برکت سے نصیب ہوا اور ان اکابر کے سلوک کے انتہائی مقامات حاصل ہوئے۔ ایسا شخص ہی وجدانی طور پر جانتا ہے کہ یہ مقامات کیا ہیں اور ان فیوض وبرکات کے سمندر کا سرچشمہ کون ہیں۔

ترجمہ: ''اس راہ میں اس سے زیادہ سمجھ کی دوڑ نہیں، بس تیرے فہم کی نہایت اتنی ہی ہے کہ اللہ ہے بس۔''

حضرت فرماتے ہیں کہ طریقہ شریفہ مجددیہ کا مقصود آخر دوام حضور اور دوام آگاہی بحضرت ذات الٰہی سبحانہٗ ہے اور اس کے ساتھ عقیدہ صحیح بمطابق اہل سنت و جماعت و اتباع سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام لازم ہے۔

اگر سالک ان تینوں امور (دائمی یاد الٰہی، عقیدہ صحیحہ بمطابق اہل سنت و جماعت اور اتباع سنت) میں سے کسی ایک سے بھی بہرہ مند نہیں ہے تو وہ طریقہ سے خارج ہے۔ نعوذ باللہ منہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طبقہ میں اس حالت دوام حضور و دوام آگاہی کو احسان کہتے ہیں اور صوفیاء کرام کی اصطلاح میں اس مقام کو شہود و مشاہدہ یادداشت اور عین الیقین کہتے ہیں۔

طریقہ ذکر اسم ذات

اکابر مجددیہ نے اس نعمت کے حصول کے لیے جو عبودیت کی درستگی کا سرمایہ ہے، تین طریقے مقرر کیے ہیں:

پہلا طریقہ: دائمی ذکر اس کی تمام شرائط کے لحاظ کے ساتھ۔ ذکر دو قسم کا ہے۔ اوّل ذکر اسم ذات ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان تالو سے چسپاں کرے اور دل کی زبان سے کہ جس کا مقام بائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے، اسم مبارک اللہ کہے اور اس کے مفہوم کا لحاظ رکھے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات کاملہ سے موصوف اور صفات ناقصہ سے مبرہ اور منزہ ہے (ذہن میں رکھے) کہ میں اس ذات پر ایمان لایا ہوں، اس لحاظ کو پرداخت وجود ذہنی کہتے ہیں۔ ذکر کے وقت بدن اور زبان کو ہرگز حرکت نہ دے۔ سالک تمام اوقات میں یہ ذکر دل کی زبان سے کرتا رہے، حتیٰ کہ دل جاری ہو جائے۔ پھر لطیفہ روح سے جس کا مقام دائیں پستان کے نیچے دو انگشت کے فاصلے پر ہے، ذکر اسم ذات کرے۔ اس کے اجراء کے بعد لطیفہ سر سے جس کا مقام برابر پستان چپ وسط سینہ کی طرف

دو انگشت کے فاصلے پر ہے، ذکر اسم ذات اسی طرح کرے (حتیٰ کہ یہ لطیفہ بھی جاری ہو جائے)۔ پھر لطیفہ خفی سے جس کا مقام برابر پستان راست وسط سینہ کی طرف دو انگشت کے فاصلے پر ہے، ذکر کرے۔ پھر لطیفہ اخفیٰ سے جس کا مقام عین وسط سینہ ہے، ذکر کرے۔ حتیٰ کہ یہ لطائف بھی جاری ہو جائیں۔ عالم امر کے ان پانچ لطائف کے اجراء کے بعد لطیفہ نفس سے اسم ذات کا ذکر کرے۔ اس کا مقام وسط پیشانی ہے اور پھر لطیفہ قالبیہ (یعنی تمام جسم سے) ذکر اسم ذات اس طریقہ مجددیہ کا معمول ہے اسے سلطان الاذکار کہتے ہیں۔

طریقہ ذکر نفی واثبات

ذکر کی دوسری قسم ذکر نفی واثبات ہے۔ اس ذکر کا طریقہ یوں ہے کہ اپنے سانس کو زیر ناف بند کرے۔ اس کے بعد زبان کو تالو سے لگائے اور بزبان خیال کلمہ لا کو ناف سے دماغ تک کھینچے اور الٰہ کو دائیں کندھے پر لائے اور لفظ الا اللہ دل پر اس طرح ضرب کرے کہ لطائف خمسہ ذکر سے متاثر ہوں اور لفظ محمد رسول اللہ ﷺ سانس چھوڑتے وقت خیال ہی خیال میں کہے۔

۱۔ ذکر میں یہ شرط ہے کہ معنیٰ کا لحاظ کرے۔ (ان معنوں میں) کہ اللہ کی ذات پاک کے سوا میرا کوئی مقصود نہیں۔ ہر لفظ کے لیے معنیٰ لازم ہیں (کیونکہ) بغیر معنیٰ کے لفظ کچھ نہیں۔

۲۔ اور شرائط میں یہ بھی ہے کہ نفی کے وقت اپنی اور جملہ وجودات کی نفی کرے اور اثبات کے وقت صرف حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات پاک کا اثبات کرے، اگرچہ تمام مقصودات کی نفی پہلے ہی کر چکا ہے، لیکن لحاظ کو بہت وسعت حاصل ہے۔

۳۔ اور شرائط میں یہ بھی ہے کہ دونوں اذکار میں چند بار ذکر کے بعد دل کی زبان سے کمال خاکساری و نیازمندی سے التجاء عرض کرے کہ اے خدا! میرا مقصود صرف تو اور تیری رضا ہے اور چھوڑ دیا میں نے دنیا و آخرت کو تیرے لیے۔ مجھے اپنی محبت و معرفت عطا کر۔ اگر طالب درویش صفت اور صادق نہ ہو تو "ترک دنیا و آخرت کا ذکر نہ کرے" ورنہ دونوں جملوں کا تذکرہ لازم پکڑے۔

۴۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ توجہ قلب کی طرف کرے۔ لیکن دل کی شکل صنوبری یا نقش اسم ذات کا تصور نہ کرے اور اس توجہ کو وقوف قلبی کہتے ہیں اور یہ توجہ دوسرے طریقوں میں رائج ضرب کی قائم مقام ہے۔

۵۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات باری کی طرف توجہ کرے۔ نظر اوپر کی طرف ہو کہ اللہ کی ذات دیکھ رہی ہے اور فیض کے آنے کا منتظر رہے۔ اوپر کی طرف توجہ ادب کی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء سے بالا ہے۔ وقوف قلبی و بمبدء فیاض ارکان ذکر اور اس کا طریقہ ہیں کہ حضور مع اللہ کی نسبت کا حصول ان دو ارکان کے بغیر محال ہے۔

۶۔ اور یہ بھی شرط ہے کہ ذکر کے وقت دل تمام خیالات اور وساوس سے رکا رہے اور جس وقت دل میں (غیر کا) خیال آوے اس وقت اس کو دفع کرے۔ (تا کہ غیر خیالات دل پر غلبہ نہ پائیں)

اور اسے (تصوف میں) نگہداشت کہتے ہیں۔ سانس بند کرنا ذکر میں مفید ہے، لیکن ذکر کی شرائط میں سے نہیں۔ سانس بند کرنے سے حرارت قلب وشوق ورقت قلب ونفی خیالات وذوق اور محبت پیدا ہوتے ہیں۔

حبس نفس سے یہ بھی ممکن ہے کہ سالک صاحب کشف ہو جائے۔

ذکر نفی اثبات میں طاق عدد کا خیال رکھے، اسے وقوف عددی کہتے ہیں۔

(اکابر نے) فرمایا ہے کہ وقوف عددی علم لدنی کا سبق اوّل ہے کہ اس ذکر سے کیفیات اور ان کا علم ہوتا ہے۔ کشوف اسرار اور ان کی دریافت اسی ذکر کی بدولت ہے۔ یہ ذکر حضرت خضر علیہ السلام سے بارعایت حبس نفس مروی ہے۔ پس اگر ایک سانس میں نفی اثبات کے ذکر کو (طالب نے) اکیس مرتبہ تک پہنچا دیا ہے اور پھر بھی نفع نہیں (اور اثرات مرتب نہیں ہوئے) تو اس کا عمل باطل اور رائیگاں ہے اور طریقہ میں محسوب نہیں۔ وہ عمل دوبارہ شروع کرے اور تمام شرائط کا لحاظ رکھے۔

طریق دوّم مراقبہ

(اس سلسلہ کا) دوسرا طریقہ مراقبہ ہے۔ یعنی بے واسطہ ذکر و بے واسطہ مرشد (مرید) اپنے دل کی طرف متوجہ ہو اور اس کو غیر اللہ کے خیالات سے پاک رکھے اور فیض الٰہی کی نگرانی کرے۔

چاہیے کہ ہر وقت عاجزی و شکستہ دلی کے ساتھ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات کی طرف متوجہ ہو، حتیٰ کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ میں جم جائے اور یہ دائمی لحاظ اللہ تقدس وتعالیٰ کی ذات اور دائمی توجہ اعلیٰ ترین ذکر اور اذکار کا مقصود ہے۔ (اسم ذات کے) ذکر سے مطلوب حضور مع اللہ ہے نہ کہ ذکر جو واسطہ ہے اس مقصود کے لیے اور بس۔ فرماتے ہیں کہ مراقبہ جذبہ کے ساتھ ذکر نفی اثبات سے زیادہ اقرب ہے۔ اگر دائمی مراقبہ حاصل ہو تو (مرید کو) مرتبہ وزارت ملتا ہے۔ (دوسرے کے) دل کی بات اس پر منکشف اور ملک وملکوت پر تصرف حاصل ہوتا ہے۔ مگر مراقبہ کا ملکہ بلا ذکر کثیر اور بلا صحبت شیخ حاصل ہونا دشوار ہے۔

طریقہ سوّم رابطہ شیخ

طریق سوّم: تیسرا طریقہ محبت شیخ کامل ہے۔ اس کی صحبت سے اور اس کی توجہ و اخلاص کی برکت سے (مرید کے) دل سے غفلت دور ہوتی ہے۔ محبت الٰہی کی کشش سے (مرید کے) دل پر مشاہدہ الٰہی کے انوار چمکنے لگتے ہیں۔

(مرید کے لیے لازم ہے) کہ شیخ کامل کے حضور میں ادب کا لحاظ رکھے اور اس کے دل کو خوش رکھے اور (شیخ کامل کی) غیر حاضری میں اس کے تصور کی نگہداشت رکھے اور فیض پائے۔ فرمایا ہے کہ تصوف تمام کا تمام ادب ہے اور کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچ پاتا۔

ترجمہ: ''جو چھوٹے تربیت کرنے والے رب (یعنی پیر و مرشد کو)
ضائع کردے، بڑے رب الارباب تک نہیں پہنچ سکتا۔''

اکابر نے فرمایا ہے کہ صحبت شیخ کامل کا یہ تیسرا طریقہ ذکر اور طریق مراقبہ سے زیادہ آسان اور واصل باللہ کرنے والا ہے۔ اس کو ذکر رابطہ کہتے ہیں۔

صحبت شیخ کامل

شیخ کامل وہ ہے جس کا ظاہر اتباع سنت سے آراستہ اور باطن ماسوا اللہ سے پاک ہو۔ اس کی صحبت میں یہ اثر ہو کہ مرید اس کی صحبت میں ماسوا اللہ سے صاف اور اس کی ہمت سے مرید کا دل جناب الٰہی کی طرف ہو جائے۔

لیکن (یاد رہے کہ) اثر اسی قدر ہو گا جتنی کوشش اور اخلاص ہو گا ویسے ہی مرید پر اثر بتدریج ظاہر ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''جس شخص کی ہم نشینی تو اختیار کرے اور دل کی کیفیت کو جمعیت نہ ملے اور مٹی گارے کی زحمت نہ چھوٹے تو اس کی صحبت سے بھاگ جا، نہ بیٹھ ورنہ تیری روح کو پاکیزگی روشنی تو رنہ ملے گا۔''

شیخ کامل و مکمل کی توجہ کی تاثیر میں یہ امر قابل اعتبار ہے کہ تدریجاً حصول جمعیت خواطر و توجہ بجناب الٰہی وانجذاب قلبی حاصل ہو جائے جو کہ حجابات کے اٹھ جانے کی علامت ہے اور گرمی اور حرارت کا ظہور اگرچہ مفید ذوق افزا ہے، مگر قرن اوّل میں نہیں تھا۔

جان لیجیے کہ طریقہ شریفہ میں اس سے زیادہ قابل عمل یہ ہے کہ طالب جس وقت چاہے مشغول ہو جائے۔ سب سے پہلے چند بار اپنے گناہوں سے توبہ واستغفار کرے اور موت کو حاضر جانے۔ اس کے بعد اس درویش کی صورت جس سے ذکر حاصل کیا ہے، تمام ادب کے ساتھ اپنے دل کے سامنے تصور کرے، تاکہ جمعیت و کیفیت پیدا ہو جائے۔ پھر ذکر میں اس کی شرائط کے ساتھ مشغول ہو جائے۔ سب سے پہلے اسم ذات میں جو کہ حرارت اور شوق کے حصول کا موجب ہے، مشغول ہو۔ پھر نفی و اثبات میں اور اگر دل حبس دم سے تھک جائے تو بغیر حبس دم، یعنی کھلے سانس سے ذکر کرے اور ذکر و مراقبہ میں توجہ احدیت صرفہ حضرت ذات (اللہ سبحانہ وتعالیٰ) کی طرف کرے۔ ذکر بے توجہ وسوسہ سے زیادہ نہیں ہے۔

ذکر تہلیل لسانی

ذکر تحلیل زبانی اگرچہ حضور کے ملکہ کے حصول تک معمول نہیں ہے۔ لیکن مذکورہ شرائط کے ساتھ مفید بھی ہے۔ ذکر کثرت سے کرنا چاہیے۔ دل بغیر ذکر کثیر کے نہیں کھلتا۔ اپنے اوقات میں سے کوئی وقت بھی بے ذکر و توجہ و نیاز بجناب الٰہی جل شانہٗ نہ گزرے اور لوگوں کے ساتھ ملاقات اور انجمن کے وقت بھی ذکر اور آگاہی میں مشغول رہے۔

ترجمہ: فیض حق اچانک پہنچتا ہے لیکن دل آگاہ پر وارد ہوتا ہے۔

ایک آنکھ جھپکنے کے وقت بھی اس چاند سے غافل نہ ہو

ہوسکتا ہے کہ وہ تجھ پر نگاہ کرے اور تو آگاہ نہ ہو

اس حالت کو خلوت در انجمن کہتے ہیں یعنی کائن حقیقت و بائن صورۃ۔ الصوفی کائن بائن۔

جان لو کہ جب دل کا تعلق ماسوا اللہ سے ہو جاتا ہے اور برائیوں کا خیال دل میں پختہ ہو جاتا ہے تو فیض الٰہی کے باطن میں پہنچنے میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ پس کلمہ لا سے ان اخلاق ذمیمہ کی نفی کرنی چاہیے۔ مثلاً حسد کے مریض کو لا کے وقت حسد کی نفی اور الا اللہ کے وقت اللہ کی محبت کا اقرار کرنا چاہیے۔ اس طرح نفی و اثبات سے اور اللہ کے دربار میں عاجزی سے برائی کا ازالہ کرے۔ حتیٰ کہ وہ برائی ختم ہو جائے اور اسی باطن کی ہر رکاوٹ کا ازالہ کرے، تاکہ تصفیہ و تزکیہ حاصل ہو جائے۔ اس شغل کی مشق "سفر در وطن" کی ایک قسم ہے۔

ذکر سے ہی فنا و بقاء حاصل ہوتی ہے اور ذکر سے ہی واصل باللہ ہوا جا سکتا ہے۔

ترجمہ: "ذکر کرو ذکر جب تک تم میں جان ہے۔ دل پاک ہوتا ہے اللہ کے ذکر سے۔ اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔"

دوام حضور

جب ذکر میں کیفیت پیدا ہو تو اس کی حفاظت کرے۔ اگر یہ کیفیت غائب ہو جائے

تو پھر ذکر کرے، یہاں تک کہ کیفیت حضور پختہ ہو جائے۔

جب جذبہ قبولیت پاتا ہے تو فیض کی نسیم اور رحمانی ہوائیں چلتی ہیں۔ کبھی کبھی فیض دل پر اچانک وارد ہو کر بے خودی پیدا کرتا ہے اور جب یہ کیفیت متواتر اور مسلسل ہو جاتی ہے تو دوام حضور مع اللہ وحصول فنا کی امید کرنی چاہیے۔

دوام حضور حاصل ہونے کے بعد طالب حقیقت ذکر پر فائز ہو جاتا ہے اور اس سے پہلے ذکر کی صورت تھی نہ کہ اس کی حقیقت اور اس معنیٰ کا حصول طالب کے لیے اس طریقہ میں ذکر واشغال کے اخذ کرنے کی مانند ہے۔ دوسرے طریقوں میں اس حالت کا حاصل کرنا مرشد کی توجہ کی قوت پر موقوف ہے۔ کسی کو بہت جلد اور کسی کو دیر سے حاصل ہوتی ہے۔

اس طریقہ مجددیہ کے اسلاف کے مطابق لطائف سے مراد حضور مع اللہ کے غلبہ کے درجات ہیں۔ حضور حق اگر حضور خلق کے برابر ہو تو اس کو ذکر قلب کہتے ہیں۔ اگر حضور حق حضور خلق پر غالب ہو تو اس کو ذکر روح کہتے ہیں۔ اگر حضور حق ہے اور حضور خلق نہیں تو اسے ذکر سر کہتے ہیں۔ اگر حضور حق ہے اور خود اور حضور خلق نہیں تو اسے ذکر خفی کہتے ہیں۔

ترجمہ: ''اگر روح القدس کا فیض مدد کرے تو آج دوسرے بھی وہی کچھ کر گزریں جو عیسیٰ علیہ السلام کرتے تھے۔''

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مطابق ہر لطیفہ جدا جدا ہے اور ہر لطیفہ کا سیر وسلوک فنا و بقاء علوم ومعارف جدا جدا ہیں۔ اس لیے آپ راہ حق کے طالبان کے لطائف کی تہذیب و تسلیک جدا جدا فرماتے تھے۔

حضرت مجددؒ فرماتے تھے یہ طریق کہ جس کے طے کرنے میں ہم لگے ہوئے ہیں سارے کا سارا سات قدم ہے۔ ان میں سے پانچ قدم عالم امر میں اور دو قدم عالم خلق میں ہیں اور دو قدم کہنا عالم امر وعالم خلق کے اعتبار سے ہے۔ مگر حضرت مجددؒ کے فرزندان قدس

اللہ اسرارہم نے (اللہ تعالیٰ ان کے بھیدوں کو پاک فرمائے) فنائے قلب کے حصول کے بعد لطیفہ نفس کی تہذیب کو مقرر فرمایا ہے کہ قلب و نفس کے سلوک کے ضمن میں ان چاروں لطائف کو بھی فنا و بقا حاصل ہو جاتی ہے اور اس وقت یہی معمول ہے کہ لوگوں کو فرصت نہیں ہے اور ان کو دوسرے کام بھی درپیش ہیں۔

فرماتے ہیں کہ جب سالک دل کی طرف متوجہ ہو اور اپنے دل کو حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف متوجہ پائے تو یہ حالت دوام حضور ہے اور حضور حاصل ہے۔ اگرچہ حضور کا علم تمام اوقات میں حاضر نہیں ہے، چنانچہ اپنے نفس کے حضور کا علم کاموں میں مشغولی کے وقت کم ہوتا ہے۔ علم ہے اور علم کا علم نہیں۔ جب تمام اوقات میں دائی بے خطرگی اور کیفیات قلبی میں سے ایک دائمی کیفیت اور دائمی نگرانی وانتظار کــانک تــراہ (جیسا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہو) بیداری و خواب اور بات کرنے اور غصہ کرنے کی حالت میں قلب کا لازمہ ہو جائے اور حضور بے غیبت پختہ ہو جائے، یہی دائی آگاہی کے لیے قابلِ اعتبار ہے اور یہی ہے یادداشت اور اس کے سوا ساری خام خیالی ہے۔ اس حالت کو عین الیقین کہتے ہیں۔

ترجمہ: ''جب تک میں اپنے دوست کو ہر وقت اپنے سر کی آنکھ سے
نہ دیکھ لوں، اس وقت تک میں اپنے پائے طلب سے کہاں بیٹھ سکتا ہوں۔
لوگ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو اس سر کی آنکھ سے نہیں دیکھا جا سکتا، وہ ایسے
ہیں مگر میں اس کو اپنی آنکھ سے ہر دم دیکھتا ہوں۔''

اس رباعی میں مندرجہ بالا کیفیات (یادداشت آگاہی اور عین الیقین) کی طرف اشارہ ہے، لیکن شاعر غلبہ حال کی وجہ سے رؤیت بصر اور مشاہدہ بصیرت میں کوئی فرق نہیں کر سکا اور (یاد رہے) کہ ظاہری آنکھ سے دنیا کی زندگی میں رؤیت الٰہی ممکن نہیں۔ (یہ ہمارا عقیدہ ہے)

ولایت صغریٰ۔ مراقبہ معیت

اس کے بعد مراقبہ معیت ہے۔ وھو معکم اینما کنتم (اللہ تمہارے ساتھ ہے

جہاں کہیں بھی تم ہو)۔ حضرات ذکر تہلیل زبانی طور پر کرنے کا فرماتے ہیں اور یہ مراقبہ ولایت صغریٰ میں کرتے ہیں جو کہ ولایت اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم ہے۔ اس ولایت میں سیر اسمائے الٰہی کے ظلال میں ہے اور یہ جذبہ محبت الٰہی کا مقام ہے اور جذبہ کے حصول کا مقام ہے۔ اس جگہ جذبات وغلبات نسبت وتپش وشوق وآہ ونعرہ رقت وگریہ وذوق ووصول اور مقصود کا پانا اور عباد سے افعال کی نسبت کے سلب کی دید اور توحید فعلی اور تجلی برقی وشہود وحدت در کثرت ودیگر حالات انس ووحشت وہیجان وحیرت نصیب ہوتے ہیں اور معیت الٰہی اور اس کے احاطے کا راز صاحب بصیرت پر کھل جاتا ہے اور اگر ایسا نہیں ہوتا تو وہ معیت الٰہی کا ادراک کرتا ہے۔ جیسا کہ اس ولایت صغریٰ کے مقام پر فائز اولیاء اللہ پر مخفی نہیں اور یہ ان کا خیال ہی نہیں، بلکہ ان کا وجدان اور ادراک ہے۔

ترجمہ: ''خواجہ سمجھتا ہے کہ وصول الی اللہ حاصل ہو گیا ہے، مگر یہ اس کی خود فریبی کے سوا کچھ نہیں۔''

فنائے قلب

ولایت صغریٰ میں استغراق ہے، سکر ہے، مستی ہے۔ اس ولایت میں دل کا ماسوا اللہ سے علمی و حبی تعلق کلیتاً منقطع ہو جاتا ہے اور قلب کو ماسوا اللہ کا کامل نسیان حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کیفیت کو فنائے قلب کہتے ہیں۔

ترجمہ: ''جو اپنے آپ سے جدا ہو گیا وہ خود کہاں رہا۔ میں اور تو چلے گئے تو صرف اللہ رہ گیا۔''

اقسام فنا: اکابر نے فنا کی چار اقسام بتائی ہیں۔

اوّل فنائے خلق: کہ طالب کی تمام امیدیں اور خوف ماسوا اللہ سے منقطع ہو جاتے ہیں۔

دوّم فنائے ہوا: دل میں اللہ کی ذات کی آرزو کے علاوہ کوئی آرزو اور خواہش نہیں رہتی۔

سوّم فنائے ارادہ: دل سے تمام خواہشات زائل ہو جاتی ہیں جیسا کہ موت سے۔

چہارم فنائے فعل: کہ طالب کا فعل فنا ہو جاتا ہے اور اس کا دیکھنا، سننا، بولنا، کھانا، پینا اور سمجھنا صرف فعل حق ہی بن جاتا ہے۔

حدیث قدسی ہے کہ بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرتا ہے، حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنا لیتا ہوں۔ پھر میں اس کی شنوائی بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے۔ اس کی بینائی بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ چیز پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔

ترجمہ: ''صوفی کا علم سرچشمہ علم حق ہے۔ صوفی کے تمام اسرار و معارف الہامی و عطائے الٰہی ہیں۔ اس کا اپنا کچھ نہیں۔ کوئی یقین کرے نہ کرے خدا نے اپنے علم کے سرچشمے صوفی کے قلب میں جاری کر دیئے ہیں۔''

مقامات عشرہ: مقامات ولایت کے حصول کے لیے (۱) توبہ (۲) انابت (۳) زہد (۴) قناعت (۵) ورع (۶) صبر (۷) شکر (۸) توکل (۹) تسلیم (۱۰) رضا کے مقامات لازم ہیں۔ان کے بغیر ولایت کا تصور نہیں۔

یہ تو ممکن ہے کہ کبھی ایسا ہو کہ ان مقامات میں سے کسی مقام پر کسی ولی کا قدم راسخ نہ ہو، لیکن ان تمام مقامات میں سے ولی کا گزر ضروری ہے۔اس خاندان (مجددیہ) میں ان مقامات کا طے کرنا اجمالی اور جذبی ہے۔جبکہ دوسرے سلاسل میں یہ مقامات تفصیل سے طے کئے جاتے ہیں کہ اس جگہ سیر تفصیلی وسلوکی ہے۔جان لیں کہ اس طریقہ شریفہ کے اکابر متقدمین قدس اللہ اسرارہم کے کلام سے کمال ملکہ حضور کی پختگی اور حصول فنا وبقا ہے۔

فرماتے ہیں کہ آخر کار انتظار ہے۔پس اگر طالب کو دائمی حضور مع اللہ حاصل ہو جائے اور نسبت قلبی کی وسعت سے مشرف ہو جائے اور جو حضور مع اللہ اس کو حاصل ہو، وہ جہات ستہ (یعنی مشرق ومغرب، شمال وجنوب اور فوق وتحت) پر محیط ہو اور اس کی توجہ الی اللہ بے کیف ہو تو وہ اسی نسبت کی پرداخت کرے اور اسی پر مستقیم ہو تو اس کو حضور مع اللہ کے درجات عالیہ نصیب ہوں گے۔یہ شخص اللہ تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہے اور دریائے وحدت میں مستغرق اور ہمارے طریقہ پاک کی اجازت کے قابل ہے۔

فنائے نفس وکمالات ولایت کبریٰ

لیکن طریقہ عالیہ مجددیہ میں جب تک طالب فنائے نفس اور کمالات کبریٰ حاصل نہیں کر لیتا، اس وقت تک اس کو مطلق اجازت نہیں دی جاتی۔فنائے قلبی میں خطرہ دل سے چلا جاتا ہے، مگر دماغ میں آجاتا ہے اور اس کے بعد خطرہ کے ادراک کرنے میں کہ کہاں سے آتا ہے حیرانی ہے۔لیکن فنائے نفس کے بعد دماغ سے بھی مرتفع ہو جاتے ہیں۔دل ودماغ سے انتفائے خطرہ ارباب عقل کے نزدیک ناممکن ہے اور خلاف عقل ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے دوستوں کا طریقہ ورائے نظر وعقل ہے۔قلب کے معاملہ کے مکمل ہونے کے بعد تہذیب

لطیفہ نفس جس کا محل حضرت مجددؒ کے نزدیک انسان کی پیشانی ہے، مقرر ہے۔ مقام قلب کا مکمل علم کہ ولایت صغریٰ ہے ارباب کشف و معرفت کے لیے آسان ہے، مگر اہل وجدان و ذوق کو جناب الٰہی سے بذریعہ الہام والقاء یا حضرات مشائخ رحمۃ اللہ علیہم معلوم ہوتا ہے۔

ہوسکتا ہے کہ اس حصول کے آثار نسبت کے انوار میں وسعت ہوں۔ گویا سینہ بھی انوار سے پانی سے بھرے ہوئے پیالے کی طرح ہوجاتا ہے اور فوق کی طرف توجہ میں نگرانی متوہم ہوتی ہے اور مستور ہو جاتی ہے اور حضور میں بساطت پیدا ہوتی ہے۔ والعلم عنداللہ۔

مراقبہ اقربیت حضرت ذات

ولایت کبریٰ: اس جگہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید (ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں) کیا جاتا ہے اور ذکر تہلیل لسانی شرائط کے ساتھ سالک کو ترقی بخشتا ہے اور حضور و نگرانی و عروج و نزول و جذبات، جیسا کہ مقام قلب میں تھے اس جگہ بھی حاصل ہوتے ہیں۔ بدن نسبت کے انوار میں مشمول ہو جاتا ہے، بلکہ جذب و محبت رفتہ رفتہ تمام بدن پر غالب آجاتی ہے۔ مقام قلب کی نسبت اس مقام کی موجودہ کیفیات نسبتاً بے مزہ اور بے حلاوت ہوتی ہیں، مگر جب اس نسبت میں قوت پیدا ہوتی ہے تو حالات سابقہ فراموش ہو جاتے ہیں۔ اس جگہ مورد فیض بالا بالا ولیت لطیفہ نفس ہے۔ اس مقام کو ولایت کبریٰ کہتے ہیں، جو کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے۔

یہ ولایت عالیہ سہ دائرہ اور ایک قوس پر متضمن ہے۔ دائرہ اوّل کا نچلا نصف اسماء و صفات زائدہ پر مشتمل ہے، جبکہ اوپر والا نصف متضمن شیونات اور اعتبارات ذاتیہ ہے۔ دائرہ دوم پہلے دائرہ کے اصول پر متضمن ہے۔ دائرہ سوم اس اصول کے اصول پر متضمن ہے اور قوس اس اصول کے اصول اصول پر متضمن ہے۔ یہ اصول سہ گانہ حضرت ذات میں اعتبارات ہیں کہ صفات و شیونات کے مبادی ہوئے ہیں۔

ترجمہ: ''محبوب کا چہرہ ہر نقاب پر ایک نقاب رکھتا ہے۔ جس حجاب کو
بھی تو نے طے کیا ہے، اس کے آگے ایک اور حجاب ہے۔''

ولی کے لیے فنائے حقیقی وحقیقت اسلام وشرح صدر ومقام دوام وشکر ورضا حاصل ہو کر حکم قضا پر چون وچرا اٹھ جاتا ہے اور تکلیفات شرعیہ کے قبول کرنے میں دلیل کی حاجت نہیں رہتی اور استدلال بدیہی ہو جاتا ہے اور مقام جذبہ کی شورشوں سے اطمینان ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں میں قوت یقین واستہلاک واضمحلال ہو جاتا ہے، جیسا کہ برف دھوپ میں پگھل جاتی ہے۔ توحید صفاتی وانا کے اٹھ جانے سے وجود وتوابع وجود کو اللہ سبحانہٗ سے منسوب پاتا ہے اور اپنے آپ پر لفظ انا کے اطلاق کو برداشت نہیں کر سکتا اور اپنی نیات کو اتہام اور الزام دینا اور ایسی دید قصور رکھنا کہ بغیر شر اور نقص کے اپنے اندر اور کچھ نہ دیکھے۔

اس مقام عالیہ پر اخلاق رزیلہ مثلاً حرص، بخل، حسد، کینہ، کبر، حب جاہ اور عجب وغیرہ سے اس کو چھٹکارا ہو جاتا ہے اور تہذیب واخلاق جو کہ تصوف کا ماحصل ہے، اس کو نصیب ہوتا ہے۔

ترجمہ: ''محبوب کس کو چاہتا ہے، اس کی محبت کس کے ساتھ ہوگی؟''

دائرہ دوم: اس میں نگرانی وتوجہ کا وہم ہوتا ہے، لیکن اب اس کا ادراک نہیں ہوتا، کیونکہ نگرانی وتوجہ کرنے والا نفس ہی فنا ہو چکا ہے تو اب نگرانی کون کرے۔

اس مقام پر نفس نفس مطمئنہ بن جاتا ہے اور تخت شاہی پر جلوہ افروز ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر جذب ومحبت کا ادراک صدر کو ہوتا ہے۔ اس مقام پر مراقبہ حضرت ذات باری میں عن حیث المحبت یحبھم ویحبونہ کیا جاتا ہے، حتیٰ کہ سالک ولایت علیا میں پہنچ جاتا ہے۔

مقامات قرب کی تعبیر جن کو مرتبہ بے چونی وتنزیہ حاصل ہے اور عالم مثال میں مشہود ہو کر مناسب دائرے میں دیکھے گئے ہیں، مگر جہاں اللہ ہے وہاں دائرہ کہاں ہے؟

مراقبہ اسم ظاہر اسم باطن

ولایت علیا۔ مراقبہ اسم ظاہر: ولایت کبریٰ کے تمام مقامات طے کرنے اور اسم

''ھو الظاھر'' میں سیر کرنے کے بعد سیر وسلوک ولایت علیا میں سیر ہے کہ یہ ولایت ملاء اعلیٰ علیہ السّلام کی ہے۔ اس ولایت میں طالب کا معاملہ عناصر ثلاثہ سے بالاستثنائے عنصر خاک پڑتا ہے۔

مراقبہ اسم باطن: اس مقام پر مراقبہ ذات الٰہی کے اسم **ھو الباطن** کا کیا جاتا ہے۔ اب ذکر تحلیل اور نوافل طالب کو ترقی بخشتے ہیں اور توجہ وحضور وعروج ونزول اب عناصر ثلاثہ کو بہم پہنچتا ہے اور کبھی کبھی بدن ایک دیکھنے والی آنکھ کی مانند ادراک میں آتا ہے۔ یہ ایسی ہی کیفیت ہوتی ہے جو مبتدیوں کو سلطان الاذکار کے وقت حاصل ہوتی ہے اور بدن میں تو صفائی آ گئی تھی، وہ صفائی دوسری ہے اور یہ تصفیہ عناصر اور ہے۔ اس مقام پر کیفیات و حالات کے ساتھ لطافت ونزاکت حاصل ہوتی ہے۔

باطن میں عجیب وسعت پیدا ہوتی ہے۔ فرشتوں سے مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس مقام پر طالب پر فرشتے ظاہر ہوں اور راز اور بھید جو اخفا کے قابل ہیں، طالب کو ان کا ادراک ہو جائے۔ **ھنیئاً لا رباب النعیم نعیمھا**۔ سیر اسم **ھو الظاھر** اور **ھو الباطن** کے بعد طالب کو دوپر مقصود کی طرف سیر کے لیے جو کہ ذات بحت ہے، حاصل ہو جاتے ہیں۔ اگر فضل الٰہی شامل ہو جائے تو ولایت علیا کا معاملہ سرانجام کرنے کے بعد سیر کمالات نبوت میں واقع ہوگی۔

مراقبہ کمالات نبوت

کمالات نبوت میں سیر دائمی تجلی ذاتی بے پردہ صفات واسماء نصیب ہوتی ہے۔ اس عالی شان مقام میں کہ جس کا اس جگہ ایک نقطہ طے کرنا سارے مقامات ولایت سے بہتر ہے، حضور بے جہت ہوتا ہے اور نگرانی وتوجہات سابقہ اور تپش طلب اور شوق کی بے تابی زائل ہو جاتی ہے۔ یقین کامل نصیب ہوتا ہے۔ حال مقام اور معرفت کی یہاں تک رسائی نہیں۔ **لا تدرکه الابصار** سالک کے صدق حال پر گواہ ہے۔

ترجمہ: ''اس کے ناز کے دامن کے پلو تک ہماری خاکساری سے کیسے
پہنچ سکتے ہیں؟ اس کے ابرو کی بلندی کی وجہ سے دعا کا سرمہ ہی پہنچ سکتا ہے۔''

اس مقام میں یافت وادراک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔ ناکارگی اور نسبت کی جہالت اور وصل عریاں حاصل ہوتا ہے اور وصول بے حصول نہیں ہے۔

ترجمہ: ''خدا تعالیٰ کو بندوں سے جو اتصال ہے۔ وہ بے کیف اور
بے قیاس ہے۔''

طالب کو صفائی وقت وحقیقت اطمینان اور جناب محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل شدہ احکام الٰہی کا اتباع اور کمال وسعت نسبت باطن اور بے کیفیتی اور یاس وحرمان حاصل ہوتا ہے۔ اس جگہ معارف وحقائق شریعت کی صورت میں ہیں اور بس، کیونکہ یہ انبیاء علیہم السلام کے مقامات ہیں اور تابعین کو از راہ تبعیت ووراثت حاصل ہوئے۔ توحید وجودی وشہودی جو کہ معارف ولایت سے تھی راستے میں رہ جاتی ہے، مگر لطیفہ خاک کو بالاصالۃ اور لطائف ثلاثہ (پانی۔ ہوا۔ آگ) کو بہ تبعیت عروج ونزول وجذبات میسر آتے ہیں۔ اس جگہ میں مورد فیض بالاصالۃ لطیفہ خاک ہے اور بہ تبعیت تمام بدن۔

اس مقام میں مراقبہ ذات بحت جو کہ سابقہ جملہ اعتبارات وحیثیات سے معرا ہو، کرتے ہیں اور تلاوت قرآن مجید اور نماز میں طول قنوت کمالات ثلاثہ اور حقائق سبعہ اور جو کچھ اس کے بعد پیش آئے گا، میں ترقی بخشتا ہے۔ یہی بے رنگیاں اور لطافتیں پیش آتی ہیں کہ یہ بلند درجوں والے مقامات اور ذات بحت الٰہی جل جلالہ کے بحر لامتناہی کی موجیں ہیں۔

مراقبہ کمالات رسالت وکمالات اولوالعزم وحقائق سبعہ

کمالات رسالت وکمالات اولوالعزم وحقائق سبعہ اور من بعد مقامات میں مورد فیض اور عروج ونزول وانجذاب تمام بدن کو نصیب ہے۔ ہیئت وحدانی سالک ہے جو کہ لطائف عشرہ کی تنویر وتکمیل کے بعد حاصل ہوئی۔

ترجمہ: ''یہ دولت کا کام ہے، اب کون اس تک پہنچتا ہے۔''

مراقبہ حقیقت کعبہ، حقیقت قرآن مجید، حقیقت صلوٰۃ

حقیقت کعبہ سراوقات عظمت وکبریائی ذاتیہ الٰہی کے ظہور سے عبارت ہے۔ حقیقت قرآن باری تعالیٰ کی ذات پاک کی وسعت بے چونی کا مبدء ہے۔

حقیقت صلوٰۃ باری تعالیٰ کی ذات پاک کی وسعت بے چونی کا درجہ کمال ہے۔ حضرت مجدد قدس سرہ کے کلام سے مستفاد ہوتا ہے کہ مقام معبودیت صرفہ جو کہ حقیقت صلوٰۃ کے بعد مشہود ہوتا ہے، ذات اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی بے چونی صرف ہے کہ اس کے نصیب ہونے سے مقبولان بارگاہ میں پہنچ جاتا ہے اور دائرہ قیومیت میں داخل ہو جاتا ہے اور اس ذات سے بہرہ وری ہے۔ عابدیت کے مقامات اور ان حقائق کی انتہا تک سیر قدمی وسلوک تمام ہو جاتا ہے۔

مراقبہ معبودیت صرفہ وحقیقت ابراہیمی

بعد ازاں معبودیت صرفہ ہے اور بس۔ اس جگہ سیر قدمی کو منع فرماتے ہیں اور سیر نظری کو جائز رکھا ہے۔ مقام خلت حقیقت ابراہیمی علیہ السلام ہے۔ وہ مقام بہت عظیم اور کثیر البرکات ہے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اس مقام میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تابع ہیں اور آنحضرت حبیب الرحمٰن ﷺ **فاتبع ملتہ ابراھیم حنیفا** کے امر پر مامور ہیں۔

لہٰذا صلوٰۃ اور برکات مطلوبہ میں خود کو صلوٰۃ ابراہیمی سے تشبیہ فرماتے ہیں۔ **اللّٰھم صل علی محمد وعلی ال محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید. اللّٰھم بارک علی محمد وعلی ال محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید** ۔ یہاں اس مقام بلند کی خیر وبرکت کو سمجھ لینا چاہیے۔

مراقبہ حقیقت موسوی

اس مقام کا مرکز محبیت صرفہ ذاتیہ حقیقت موسوی علیہ السلام ہے اور بہت سے پیغمبر آپ کی متابعت سے اس مقام پر پہنچے ہیں اور قرب ومعیت الٰہی میں ممتاز ہیں۔ علیہم السلام۔

مراقبہ حقیقت محمدی ﷺ

اس مقام کا مرکز دقیق نظر کشفی میں ایک عظیم دائرہ نظر آتا ہے اور اس دائرہ محبیت و محبوبیت ممتزجین کا مرکز حقیقت محمدی ﷺ ہے۔

گویا اسم مبارک محمد ﷺ کے دو میم اسی محبیت ومحبوبیت کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور نیز اس مرکز میں بغور دیکھا جائے تو ایک رفیع الشان دائرہ کی مثل نظر میں آتا ہے۔

مراقبہ حقیقت احمدی ﷺ

اس دائرہ کا مرکز محبوبیت صرفہ ذاتیہ حقیقت احمدی ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وبارک وسلم۔ اسم مقدس ''احمد'' کا میم اسی بھید کو کھولتا ہے۔

جان لیں کہ یہ عظمت وکبریائی اور یہ وسعت اور یہ محبت اور اس کے درجات ہو سکتا ہے کہ نفس حضرت ذات میں ہوں کہ ان مراتب کا حصول تجلیات ذاتی دائمی کے حاصل ہونے کے بعد جن کا حصول کمالات نبوت میں ہوتا ہے، پیش آتا ہے۔ باعظمت وباوسعت ہونا اور اپنا محب ومحبوب ہونے کی تحقیق غیر کی اضافت پر موقوف نہیں ہے۔ محض حضرت ذات حق تعالیٰ وتقدس کے وجوہ واعتبارات ہیں۔ نیز مقتضائے محبت جو کہ ظلال وصفات کی سیر میں پیدا ہوتا ہے وہ قلبی اذواق واشواق ہیں اور جو محبت ان مقامات میں محض بفضل الٰہی نصیب ہوتی ہے، کمال اطمینان ووسعت وبے رنگئ باطن وارادہ طاعت واستواء ایلام و انعام محبوب کا موجب بن جاتی ہے۔

چنانچہ ان مقامات کے واصل حضرات کے وجدان کی شہادت اس معنی کی مصداق

ہے۔کمال میں اس معنی کا حصول مقامات سافلہ میں بھی ہو جاتا ہے۔اس مقام کی قطعی فرق کرنے والی اور خصوصیت کیا ہوگی، بلکہ انصاف وہ ہے کہ ہر مقام کے آثار خاصہ جو کہ دوسرے کو مطلق حاصل نہیں ہوتے اور سب کو جو اس مقام میں شامل ہوں اور اس استدلال کے ساتھ اس مقام کا حصول کر سکتا ہو، اس کی بھی توقع نہیں کرنی چاہیے اور اگر صفات ذاتیہ ہوں اور وہ اوّل درجہ ولایت کبریٰ میں گزر کر رجعت قہقری لازم آتی ہے۔پس غور کرنا چاہیے۔

مختصر یہ کہ حقیقت محمدی ﷺ واحمدی ﷺ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے نزدیک تر ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آنحضرت ﷺ رئیس محبوباں بن گئے اور آپ ﷺ کے تابع حضرات خیر الامم بن گئے۔"اے ہمارے اللہ! ہمیں اپنی حب نصیب فرما اور اپنے رسول اکرم ﷺ کی حب و اتباع وشفاعت نصیب فرما اور اپنی رضا اور اپنے محبوب اکرم ﷺ کی رضا نصیب فرما۔"

مراقبہ حب صرف ولاتعین

اس کے بعد حب صرف ولاتعین ہے کہ سیر قدمی یہاں ممتنع ہے اور سیر نظری روا ہے۔

جان لو کہ حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نزدیک تعین اوّل تعین حبی ہے۔اس تعین حب کا مرکز باعتبار محبوبیت حقیقت احمدی ہے اور یہ آنحضرت ﷺ کا تعین روحی ملکی ہے۔باعتبار محبوبیت ومحبیت ممتزجین حقیقت محمدی ﷺ ہے اور آنحضرت ﷺ تعین جسدی بشری ہے، بہ اعتبار محبیت صرف حقیقت موسوی ہے اور تعین موسیٰ علیہ السلام ہے۔اس مرکز کا محیط جو دائرہ کی مانند ہے، صورت مثال میں خلت ہے اور یہ خلت حقیقت ابراہیمی ہے۔علیہ السلام

تعین ثانی: تعین ثانی تعین وجودی ہے اور تعین اوّل کی ظل کی مانند ہے۔یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تعین ہے اور اس تعین وجودی کے حصوں سے ہر پیغمبر اور رسول کا مبدء تعین ایک حصہ ہے اور امتوں میں سے اگر کسی کو متابعت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی برکت سے اس تعین وجودی میں نصیب ہو جائے۔

اور اس تعین کا حصہ یا نقطہ اس آدمی کا مبدء تعین ہو جائے تو یہ جائز ہے، بلکہ واقع ہے۔ ملائکہ علیین علیہم السلام کے مبادی تعینات بھی اسی تعین وجود میں ہیں اور حقیقت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیقؓ جن کا مبدء تعین بغیر کسی امر کے توسط کے حقیقت محمدی ﷺ کا اس نہج پر ظل ہے کہ جو کچھ اس حقیقت میں شامل ہے وہی تبعیت ووراثت کے طریق پر اس ظل میں ثابت ہے۔ اسی جگہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ضمنیت کبریٰ حاصل تھی جو کہ کمال محبت ومعیت سے حبیب اللہ ﷺ کے ضمن میں قرب الٰہی کے مقامات کی سیر فرماتے تھے۔ اس لیے حدیث میں آیا ہے: ''جو شئے اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالی وہ ابوبکر صدیقؓ کے سینے میں پلٹ دی گئی ہے۔'' یہی مرتبہ عالیہ شیخ الشیوخ حضرت محمد عابد کو بہ تبعیت ووراثت حاصل ہو گیا تھا اور شیخ محمد عابدؒ نے ہمارے حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو اپنا ضمنی بنا کر ممتاز فرمایا تھا، چنانچہ ایک دن حضرت شیخ محمد عابدؒ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آج رات مجھے نسبت تازہ سے سرفراز فرمایا ہے۔ حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے عرض کیا کہ آپ کو یہ نعمت فلاں وقت ملی ہے۔ حضرت شیخ محمد عابدؒ نے فرمایا کہ ہاں تم میرے ضمنی ہو اور تمہیں بھی اس دولت سے سرفراز کیا گیا ہے۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے حقائق میں صحت کشف وادراک حالات ومقامات کثرت درود ال پیغمبر علیہم السلام کی روح مبارک کی برزخیت کے ساتھ کہ جس کی حقیقت کے ساتھ اتصال حاصل ہوا ہے، ترقی بخشنے والا ہے۔

یا اس درود شریف کی بجائے وہ درود شریف جو تشہد میں ہے۔ تین ہزار کی تعداد میں پڑھے۔ ان مقامات میں انوار نسبت اور ان اکابر علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کی ارواح پاک کا ظہور ہوتا ہے اور ایمانیات میں قوت ایمان بڑھ جاتی ہے۔

جان لیجیے کہ یہ ولایت ثلاثہ اور یہ کمالات ثلاثہ وحقائق سبعہ ودیگر مقامات جن کے متعلق ان صفحات پر ان سمندروں کی کچھ نمی ٹپکائی گئی ہے، اس خاندان کے تمام متوسلین کو حاصل نہیں ہیں۔ بعض ولایت قلبی، بلکہ دائرہ امکان تک پہنچے ہیں۔ بعض ولایت کبریٰ تک کم

کمالات ثلاثہ سے بہرہ مند ہوئے ہیں۔ شاذ و نادر لوگ حقائق سبعہ اور اس کے علاوہ پر فائز ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس خاندان کے تمام متوسلین کے حالات اور تاثیرات جدا جدا ہیں کہ ہر مقام کے حالات وعلوم جدا جدا ہیں۔ جیسا کہ پہلے بطور نمونہ تحریر کیا ہے۔ بالجملہ ولایات میں، خاص طور پر ولایت قلبیہ میں ذوق وشوق وحرارت کے ساتھ حالات ظاہر ہوتے ہیں۔

اور کمالات نبوت وحقائق سبعہ میں باصفا جمعیت اور بے رنگ لطافت پیدا ہو جاتی ہے کہ اس جگہ تجلیات ذاتیہ بے پردہ اسماء وصفات ظاہر ہوتی ہیں۔ (جیسا کہ اس کے اہل سے مخفی نہیں ہے) تمام مقامات و معارف سلوک نقشبندیہ کی تفصیل مکتوبات حضرت مجدد الف ثانیؒ میں درج ہے۔ بالفعل ان کمالات ثلاثہ اور حقائق میں بات کرنا ایک رسم سے زیادہ نہیں ہے۔ استعداد کہاں ہے اور کس کو ان بلند مقامات کی لیاقت ہے۔

ترجمہ: ''یہ غلط ہے کہ جس نے بھی سر منڈالیا وہ قلندر بن گیا اور یہ بھی غلط ہے کہ جو آئینہ رکھے وہ سکندری جانتا ہے۔''

اس خاندان کی بشارت معمولہ کا ان کے آثار وعلامات کی تحقیق کے بغیر سالک کے خارج اور باطن میں قابل شنوائی واعتبار نہیں ہے۔

ترجمہ: ''مگر ایک چوہا خواب میں اونٹ بن گیا۔''

یہ جو تصوف میں مشہور ہے کہ طالب کو ان کیفیات کا علم ہونا ضروری نہیں، اگر علم بھی ہو تو اس علم سے مراد تفصیل احوال یا کشف احوال ہے اور اگر بالفرض طالب کے باطن میں مختلف حالات کے ورود سے کوئی تبدیلی واقع نہ ہو اور کوئی تغیر محسوس نہ کرے۔ پھر بھی طالب کے لیے لازم ہے کہ بے خطرگی اور دوام نگرانی وفنائے ہوا، فنائے ارادہ، فنائے انا ضروری ہے۔ حضرت مرزا صاحبؒ فرماتے تھے اور اپنے انتقال کے قریب اشارہ فرمایا تھا کہ جمیع مقامات مجددیہ کو مکمل سلوک عنقریب مسدود ہو جائے گا۔ فرمایا کہ تمام روئے زمین پر کوئی شخص ایسا نظر نہیں آتا جس کو ان تمام مقامات کے سلوک طے کرانے کی قوت نصیب ہو۔ محمد احسان روضۃ القیومیہ میں حضرات مجددیہؒ کے مناقب میں تحریر فرماتے ہوئے اس معنی کی نقل کرتے ہیں۔

پس ولایات کے جذبات و کیفیات اور کمالات نبوت اور دیگر مقامات کی بے رنگیاں اور وسعتیں حصول مقامات کے لیے کافی سچے گواہ ہیں۔ وہم و خیال سے کیا ہوتا ہے؟ بے حقیقت بشارتوں سے مغرور بنانا اور لوگوں کو غیبت میں ڈالنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ مگر فائدہ ظاہر کو اتباع سنت سے آراستہ کرنے اور باطن کو دوام حضور اور توجہ بجناب الٰہی سبحانہٗ سے منور کرنے میں ہے۔

درویشی

درویشی کیا ہے؟ ایک ہی حال پر زندگی گزارنا اور ایک ہر طرف دیکھنا:

ترجمہ: ''تو اپنی آرزوؤں، ارادوں اور خواہشات کے ہاتھوں خود پرستی میں مبتلا ہے۔ کاش تجھے حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کی طرح وصول الی اللہ کا راستہ مل جاتا اور ماسوا کی قید سے آزاد ہو جاتا۔''

سالک ارباب فنا و قلب کو توحید وجودی و احاطہ و سریان جو کہ تعمیر اوقات کے لیے وظائف عبودیت کثرت ذکر سے حضرت مشائخ کرامؒ کی تربیت سے جذبہ و سکر و مستی و غلبہ محبت و تجلی برقی کے مقام سے مشرف ہوئے ہیں، پیش آتے ہیں۔ مگر وہ توحید جو کہ محض مراقبہ سریان وجود و ہمہ اوست و ہوالموجود متخیل ہوتی ہے، وہ واہمہ کے غلبہ سے زیادہ نہیں ہے اور قابل اعتبار نہیں ہے۔

توحید شہودی: اور توحید شہودی کے علوم اہل فنائے نفس کو کہ جو انہوں نے فنائے قلب کے حصول کے بعد انوار حق کے غلبات میں انا و توابع وجود و استہلاک کے انتفاء میں پائے ہیں۔ کمالات نبوت و دیگر مقامات مجددیہ میں طالب تجلی ذاتی کا مورد ہے۔ سکر ختم ہو چکا ہے اب صحو وارد ہے۔ اب ہوشیاری ہے۔ شرعی علوم کے حقائق و معارف ہیں اور بس۔

جو سالکین توحید وجودی کے مقام پر ہیں، وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ تمام دنیا کی نسبت اتحاد و عینیت ثابت کرتے ہیں۔ اہل توحید شہودی خداوند تعالیٰ کی کائنات کے ساتھ ظلیت

کی نسبت کا ہونا مقرر کرتے ہیں۔ جو لوگ ان دونوں سے گزر چکے ہیں (توحید شہودی و توحید وجودی) اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت ووراثت سے کمالات نبوت حاصل کر چکے ہیں، وہ مقصود کی غایت تنزیہہ کے پیش نظر اس سے ہر نسبت کے اثبات سے بے زاری فرماتے ہیں مگر صرف نسبت مخلوقیت و مصنوعیت یہ معرفت ذوقی اور وجدانی ہے تقلیدی نہیں۔ لیکن علوم کی ان اقسام کا ظہور ہر سالک کو میسر نہیں ہے۔ **ما للتراب ورب الارباب ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔**

ترجمہ: ''خاک کا پتلا شان ربوبیت تک کیسے پہنچے۔ یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عنایت کرے۔ وہ اللہ بڑے فضل والے ہیں۔''

ترجمہ: ''خاک کے پتلے کو رب الارباب سے کیا نسبت۔''

عین ممکن ہے کہ سالک ولایت ثلاثہ و کمالات نبوت پر فائز ہو لیکن ان علوم میں سے کچھ بھی اس پر ظاہر نہ ہو۔

ترجمہ: ''سلطان ہر شخص کا خریدار نہیں ہے اور نہ ہی ہر گلیم پوش سالک صادق ہے۔''

حاصل سیر وسلوک

مگر حاصل سیر وسلوک حصول فنا و دوام حضور و تہذیب اخلاق و اخلاص تمام اور احکام شرعیہ کی ادائیگی میں تکلیف کا رفع ہونا اسرار توحید کے انکشاف کے بغیر دوسرے حالات کے ساتھ میسر آتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے نسبت نقشبندیہ اختیار فرمائی تھی کہ یہ نسبت نور شریعت سے بہت آراستہ ہے۔

نسبت احراریہ: خواجہ احرارؒ نے نسبت احراریہ اپنے آباؤ اجداد سے حاصل کی تھی۔ اس کا منشا اسرار توحید وجودی ہے لیکن آپ نے اسے ترک کر دیا۔ اس توحید میں اکثر سالکین کے قدم پھسل جاتے ہیں۔ اور فی زمانہ اکثر سالکین صحیح ذوق تصوف اور صحیح وجدان سے بہرہ ور ہی

نہیں۔اس کی وجوہات یہ ہیں: (۱) دوری زمانہ نبی ﷺ (۲) قرب قیامت (۳) استعداد کی کمی۔ (جاننا چاہیے) کہ جو کچھ بھی معارف بزرگان دین نے بیان فرمائے ہیں، سب حق ہیں۔جس کو جو کچھ پیش آیا اس نے ظاہر فرما دیا۔بیان معارف میں اختلاف کی وجہ یہ نہیں کہ کسی نے خدانخواستہ جھوٹ کہا، بلکہ اس کی وجہ سالکین کے راستہ اور مقامات کا اختلاف ہے۔کذب کا معاذ اللہ یہاں گزر نہیں۔کسی کے لیے یہ روا نہیں کہ ان صدیقین کی تکذیب کا مرتکب ہو۔

وجودیہ اہلِ توحید کو غلطی پر بتاتے ہیں، چنانچہ کہتے ہیں زعمت طائفة ان التوحید شھودی لا وجودی فما وصلو الیٰ حقیقة المقام۔اس کی وجہ یہ ہے کہ وجودیہ پر ان مقامات کے معارف کا ظہور ہی نہیں ہوا جہاں توحید شہودی کے علوم منکشف ہوتے ہیں۔لہٰذا توحید شہودی کی تغلیط کرتے ہیں۔

مگر توحید شہودی نصوص روشن سے ثابت ہے۔سالکین کاملین جو سکر سے ''صحو'' و ہوشیاری کے مقام سے سرفراز ہوئے اور مشرب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے مشرف ہوئے، ان کے کشف سے ثابت ہے کہ یہ سب حضرات توحید شہودی سے بہرہ ور ہوئے اور اس مقام سے حظ وافر حاصل کیا۔کیا کسی نے سنا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جو تمام اولیاء سے افضل ہیں، کبھی ہمہ اوست کہا ہو اور توحید وجودی کا ذکر کیا ہو۔

اکابر کی مختلف عبارات کا مفہوم اپنے مشرب (طریقہ ووجدان ذہن تجربہ) کے مطابق بیان کرنا، غلبہ حال کے باعث ہے، اسی طرح قیاس کر لیجیے۔اسی طرح مختلف معارف کی آپس میں تطبیق عبارات کی تاویل کی قوت سے کی گئی ہے تا کہ درمیان سے اختلاف ہٹ جائے۔

وگرنہ مقتضیات متباینہ اور مقامات مختلفہ کا اتحاد کیسے ممکن ہے؟ اگر عبارات مختلفہ کی تطبیق تاویل سے کر بھی لیں پھر بھی مقامات مختلفہ کے حالات واذواق ایک کیسے ہو سکتے ہیں۔

اگر تو کہے کہ موسم سرما اور موسم گرما کی ہوا نفس ہوائیت میں ایک ہے، لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان دونوں ہواؤں کی حرارت وبرودت متحد نہیں کی جا سکتی۔

اس کے باوجود ہر مقام کے علوم ومعارف جدا جدا ہیں۔ ہر مرتبہ کے انوار وفیوض جدا جدا ہیں۔ پس یہ ساری تطبیق اس کی قالی فنکاری کی قوت سے ہے، نہ کہ حال کے واردات کے غلبہ سے، والعلم عنداللہ۔ ان اکابر بزرگان کی تحریر وتقریر پر بات کرنا مجھ جیسے بے سروسامان کی لیاقت سے باہر ہے۔

ترجمہ: ''کمینہ آدمی درویشوں کے حرف چوری کرتا ہے تاکہ کسی سلامتی والے پر اس کا فسوں پڑے۔''

لیکن چونکہ مجھ مسکین کو احوال بزرگاں کی پیاس ہے، لہٰذا ان اکابر کی چند باتیں لکھ رہا ہوں۔ **لعل اللہ یرزقنی صلاحاً۔**

ترجمہ: ''اگر میں مٹھاس کے نام سے بہرہ ور نہیں تو اس سے بہتر ہے کہ میں منہ میں زہر بھروں۔''

صفت سلوک: اگر کوئی طالب علم بیعت ہونے کے لیے آئے تو مرشد کے لیے حدیث پاک کے مطابق استخارہ کا تکرار ضروری ہے۔ یا اگر استخارہ نہ کر سکے تو دل سے شہادت طلب کرے کہ یہ بھی کافی ہے اور اس میں ایک دوسرے کے فیض میں اشتراک کے بغیر فائدہ منظور نہیں ہوتا اور اسی طرح اس پر فائدہ مترتب ہوتا ہے۔ اس کے بعد مرشد مرید کو توبہ واستغفار کی تلقین کرے، اسم ذات کے ذکر کا طریقہ بتائے، توجہ کرے اور مرید کا دل کو اپنے دل کے مقابل رکھ کر ہمت کرے اور اس کے دل میں القائے ذکر کرے تا کہ اس کا دل ذاکر ہو جائے اور اس میں حرکت پیدا ہو جائے۔

اگر کسی کا دل القائے ذکر سے متاثر نہ ہو تو اس کو وقوف قلبی میں مشغول کرنا چاہیے۔

اس طرح لطیفہ قلبی کے جاری ہونے کے بعد مرشد مرید کے ہر لطیفہ پر باری باری توجہ کرے اور القائے ذکر کرے۔ ہر لطیفہ کی طرف جدا جدا چند روز توجہ کرے۔ حتیٰ کہ ساتوں لطائف بفضل اللہ تعالیٰ ذکر کرنے لگ جائیں۔

اس کے بعد شیخ مرید کو نفی واثبات کا ذکر تلقین کرے اور مراقبہ احدیت صرفہ اس کو

بتائے اور ہمیشہ مرید کے دل پر اس کے انوار القاء کرے جو نسبت شیخ کو بزرگوں سے ورثہ میں ملی ہے۔ جذبہ فوق سے انشاء اللہ ظاہر ہوگا۔ اور چند روز میں سالک کا دل نورانی ہو جائے گا۔ اس ضمن میں دیگر لطائف بھی انوار سے رنگین ہو جاتے ہیں۔

قلب کے نور کا رنگ زرد ہے، روح کے نور کا رنگ سرخ ہے، سر کے نور کا رنگ سفید ہے، لطیفہ خفی کے نور کا رنگ سیاہ ہے، لطیفہ اخفیٰ کا رنگ سبز ہے، لطیفہ نفس بے رنگ ہے اور یہ تمام رنگ ہائے انوار سالک کے باطن میں منعکس ہوتے ہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ انوار کا دیکھنا مقصود نہیں ہے۔ انسان کے باہر کائنات میں کیا تھوڑے انوار ہیں کہ انسان باطنی انوار کے تماشہ میں لگ جائے۔ خواب اور واقعات بشارتوں کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

ترجمہ: ”نہ میں رات ہوں اور نہ رات کا پجاری ہوں کہ خواب کی بات کہوں۔ جب میں آفتاب کا غلام ہوں، سب کچھ آفتاب سے کہتا ہوں۔“

رؤیت باری تعالیٰ وزیارت آنحضرت ﷺ

رؤیت۔ زیارت۔ کشف: اعلیٰ واقعات میں سے رؤیت باری تعالیٰ اور زیارت آنحضرت ﷺ ہے، اگر وہم وخیال سے مبرا ہو۔ حقیقت کے موہوم سے اشتباہ کی وجہ وہ ہے کہ ذکر کے انوار کی چمک یا جناب آنحضرت ﷺ سے محبت واخلاص یا مناسبت استعداد یا مرشد کی رضا یا اس کی نسبت باطنی یا کثرت درود یا بعض اسماء کا پڑھنا یا سنت کا زندہ کرنا یا بدعت کا ترک کرنا یا سادات کی خدمت کرنا یا حدیث کے علم میں انتہائی مشغولیت آنحضرت ﷺ کی صورت مبارک میں مصور ہوتی ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ زیارت کے شرف سے مشرف ہو گیا ہے اور ایسا نہیں ہے، بلکہ اس دریائے رحمت کی نمی سے سیراب ہوا۔

یہی وجہ ہے کہ مختلف صورت میں آنحضرت ﷺ کو دیکھتے ہیں۔ اگر وہ صورت مبارک جو کہ مدینہ منورہ میں موجود ہے اور صاحب شمائل نے اس کو بیان کیا ہے، دیکھے تو بڑی

سعادت ہے اور باطن میں ترقی اور توفیق میں زیادتی کا موجب ہوتی ہے۔ وگرنہ دل وہم و خیال سے خوش ہوتا ہے اور اس طرح زیارت ارواح طیبہ مشائخ کبار رحمۃ اللہ علیہم کو قیاس کرے۔ اسی طرح کشف کونیات کی صحت بہت قابل عذر ہے۔

اپنے معتقد و متخیل کو یا خبر مشہور کہ جو لوگوں میں پھیل گئی ہو یا معاملہ عمرو بصورت معاملہ زید یا القائے شیطانی یا ہوائے نفسانی خیال کے آئینے میں منعکس ہو جاتا ہے۔ آدمی سمجھتا ہے کہ عمرو کی صورت کو اس نے عالم مثال میں دیکھا ہے اور کبھی بھی اس امر کے وقوع کی شرطیں معلوم نہیں ہوتیں، لہٰذا غلط واقع ہو جاتا ہے۔

پس رضا و تسلیم کے راستے کو پیش نظر رکھتے ہوئے جناب احدیت باری تعالیٰ میں متوجہ ہو جانا چاہیے اور اس میں مشغول نہیں ہونا چاہیے۔ **وافوض امری الی اللّٰہ. ان اللّٰہ بصیر بالعباد۔** (الایۃ) "میں اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کو تفویض کرتا ہوں۔ تحقیق، اللہ تعالیٰ عباد کا دیکھنے جاننے والا ہے۔" اور کوشش کرنی چاہیے اور جانفشانی کرنی چاہیے تاکہ مقصود حاصل ہو جائے۔ وہ شہود جو کہ جان کو بدن سے گرفتاری سے پہلے حاصل تھا اور اس کو جسمانی اندھیروں میں گم کر دیا گیا تھا، ظاہر کر دینا چاہیے۔ جس کسی کو کشف کی عنایت سے نوازتے ہیں، وہ اپنے انوار و سیر کو بصیرت کی نظر سے مشاہدہ کرتا ہے، وگرنہ جمعیت خاطر توجہ و قلب و نگرانی بہ مبدء فیاض رفتہ رفتہ ترقی پاتے ہیں۔ تھوڑی مدت میں لطیفہ قلب منور ہو کر قالب سے باہر آ جاتا ہے۔ ارباب وجدان کو جذب و کشش لطائف کا ادراک ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سلوک جانے سے عبارت ہے اور جانا جذب کا متضمن ہے اور جب لطیفہ قلب قالب سے باہر آتا ہے، کسی کو قلب سے اوپر راہ کشادہ اور کسی کو مثل قبہ نور منارہ سر کے اوپر کھڑا دریافت ہوتا ہے۔

سالک پر کبھی عروج کی حالت طاری ہے کہ قلب اوپر کی طرف کھنچا چلا جا رہا ہے، کبھی نزول کی حالت ہے کہ قلب نیچے کی طرف کھنچتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ (بفضل اللہ تعالیٰ ایسا ہوتا ہے) کہ سالک اپنے لطیفہ قلب کو اپنے قلب کی اصل میں جسے قلب کبیر اور حقیقت جامعہ انسانی کہتے ہیں اور جو عرش مجید ہے واصل اور متحد پاتا ہے۔ سالک کو اس مقام پر یہ

خیال نہیں کرنا چاہیے کہ اب اس کو فنائے قلب نصیب ہوگئی ہے، یہ ایک کشفی مغالطہ ہے۔اس مقام تک تو نصف دائرہ امکان اور سیر آفاقی ختم ہوتی ہے۔اور نصف دیگر جو عالم امر کی سیر پر مشتمل ہے اور بلامکانیت موصوف ہے، وہ ابھی باقی ہے۔

دائرہ امکان کی سیر کے ختم ہونے کے بعد ولایت صغریٰ میں قلب کو صورت فنا نصیب ہو جاتی ہے۔ جو شخص کشفی غلطی سے قلب کبیر تک پہنچنے کو حصول فنا و اصول لطائف میں سیر کو ولایت کبریٰ وفنائے نفس جانتا ہے، ظاہر ہے کہ اس کے مستفیدوں کو ان کیفیات و جذبات و دیگر احوال سے جو کہ ولایت صغریٰ میں پیش آتے ہیں اور اس ولایت کو پہنچنا ولایت کبریٰ کے حصول کی شرط ہے، کیا حاصل ہوگا۔ محض پہاڑ کی گمنامی میں ایام گزاری کرتے ہیں۔ فنا کس کی اور ولایت کہاں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مراد کو اپنے فضلِ عمیم کے جذبات سے ارباب تحقیق کے مقامات تک پہنچائے۔ آمین۔

جب اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوتی ہے اور شیخ کامل کی توجہ میسر ہوتی ہے تو دائرہ امکان کی ہر دو قوس کی سیر تمام ہو جاتی ہے اور سالک کو اس سیر کی تمامیت کا پتہ کشف صریح یا وجدان صریح سے ہوتا ہے۔اس مقام کے حصول کی ظاہری علامت یہ ہے کہ سالک کو خدا تعالیٰ کے دربار کی دائمی حاضری نصیب ہو جاتی ہے۔ بیداری و خواب میں دوام حضور مع اللہ نصیب ہو جاتا ہے۔ ولایت صغریٰ کی دوسری کیفیات حالات اور جذبات تو یہ بھی اس کی علامات ہیں اور دوسرے حالات و اسرار بھی منکشف ہوتے ہیں اور اس ولایت کا نور چاند کے نور سے مشابہ ہے۔

اس مقام پر جب رسوخ اور قوت پیدا کرتا ہے تو سالک قابل اجازت مقیدہ ہو جاتا ہے۔ ولایت کبریٰ جس کا نور دوپہر کے سورج کی مانند ہے، کے حاصل ہونے پر اجازت مطلقہ فرما دیتے ہیں۔

حقیقت فنا و بقا

حقیقت فنا و بقا کے نتائج: حصول حقیقت فنا و بقا کے بعد سالک جس خاطر پر متوجہ ہوتا

ہے، اللہ تعالیٰ اس کو سرانجام فرما دیتا ہے۔ پس کسی ایسے شخص پر جو کہ شریعت پر پختہ نہیں ہے، القائے توبہ کے لیے اس کے حال پر متوجہ ہو کر ہمت کریں تا کہ صلاحیت کا ملکہ جو کہ فضل الٰہی سے تمہارے نفس پر راسخ ہو چکا ہے، اس کے نفس کو حاصل ہو جائے۔ اسی طرح چند بار متوجہ ہوں یا اپنے آپ کو وہی گناہ گار آدمی اپنے خیال میں تصور کر کے چند روز توبہ واستغفار کریں، انشاء اللہ تعالیٰ شریعت پر قائم ہو جائے گا اور مشکلات کے حل کی طرف جو کہ مقصود ہے اس کا لحاظ رکھتے ہوئے ہمت کریں تا کہ مطلوب حاصل ہو جائے۔ مریض کو صحیح اور تندرست ملحوظ رکھتے ہوئے ہمت کریں یا اس کے مرض کے ازالہ کا قصد فرمائیں تا کہ فضل الٰہی سے شفا پائے۔

کسی غیر کے باطنی خیال کو دریافت کرنے کے لیے جس کو دل کا شکار بے خطرہ با صفا حاصل ہے، اس کے لیے اتنا مشکل نہیں ہے۔ غیر کے دل کے مقابل اپنے دل کو متوجہ کرے۔ ہر خطرہ جو دل میں قرار پائے وہ غیر کے باطن کا ہے اور جو خطرات باطن میں آتے ہیں کئی قسموں پر ہیں۔ دل کے بائیں طرف سے آنے والا خطرہ طول امل وتسویف عمل اور گناہ پر جرأت اور اللہ تعالیٰ کی بخشش کا غرور، یہ خطرہ شیطانی ہے اور دل کے دائیں طرف سے آنے والا خطرہ طاعت وذکر وامر خیر کی صورت میں خطرہ ملکی ہے اور اپنے دل کے اوپر سے آنے والا خطرہ خودی اور خود آرائی وعار وننگ کی وجہ سے خطرہ نفسانی ہے۔

اور اوپر سے آنے والا خطرہ ہر چیز کو ترک کرنے اور مقامات وحالات کے ترک کرنے کی وجہ سے خطرہ رحمانی ہے۔ عالم مثال میں امور غیبی کے دریافت کے لیے ملائکہ مطلع کرتے ہیں۔ غیب میں یا خواب میں کوئی چیز واضح ہو جائے گی مگر حکم بار بار توجہات کے بعد صادر کریں۔ اہل اللہ کے باطن کے ادراک کے لیے اپنے آپ کو موجودہ حالت سے خالی تصور کر کے اس بزرگ کے دل کے مقابل رکھیں جو حالت باطن میں پیدا ہو۔ اس بزرگ کے احوال شریفہ کا عکس ہے۔

ادراک باطن اہل اللہ

خاندان چشتیہ کے اکثر ارباب سے حرارت وشوق اور بزرگان قادریہ سے صفا و

لمعان اور اکابر نقشبندیہ سے بے خودی واطمینان ادراک میں آتا ہے اور بزرگان سہروردیہ کے احوال نقشبندیہ حضرات کے مشابہ ہیں، قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اجمعین۔ اہل اللہ کی نسبت کا فیض سورج کے نور کی طرح سوراخ میں چمکتا معلوم ہوتا ہے۔ یا یوں سمجھئے کہ اہل اللہ کی نسبت کا فیض یوں ہے کہ بادل چھایا ہوا ہو یا ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو یا بارش ہو رہی ہو یا پانی چل رہا ہو یا باریک چادر ہو جس میں بدن لپٹا ہو یا مانند جسم لطیف، ادراک میں آتی ہے۔ اہلِ ادراک کو اربابِ قلب کے احوال قلب پر ذوق وشوق وحرارت ومحبت ونسبت، اہلِ ولایتِ کبریٰ کو لطیفہ نفس پر نیز اطمینان واستہلاک واضمحلال ظاہر ہوتا ہے، بلکہ تمام بدن پر چھا جاتا ہے اور کمالاتِ نبوت ودیگر مقامات مجددیہ کی نسبت لطافت وبے رنگی ووسعت کے ساتھ تمام لطافت کو محیط ہو جاتی ہے، بلکہ ادراک سے وہ نزدیک ہے کہ جو نزدیکاں دور نظر آتے ہیں۔ دور رہنے کا تو معاملہ ہی کچھ اور ہے، لہٰذا اس خاندان شریف کی نسبت کی انتہائی لطافت اور بے رنگی کی وجہ سے لوگ کنارہ کش رہتے ہیں۔ اس نسبت کو طلب کرتے ہیں کہ جو ذوق وشوق رکھتی ہے اور قلب اور تجلی افعالی کے مقام سے ناشی ہے اور وہ نہیں جانتے کہ یہ لطافتیں کہاں سے ہیں، حالانکہ اس طریقہ پاک کے راستے کی وسط میں اذواق واشواق عجیبہ وجذبات غریبہ پیش آتے ہیں۔ اور ان اہل طریقہ کے احوال دائمی ہیں اور اس طریقہ کے کامل ترین حضرات کو مقام تجلی ذاتی ودائمی بے پردہ اسماء وصفات اور ان کے درجات میں راسخ قدم گاہ ہے۔ پس بے رنگی وانتہائی لطافت ان کی نسبت باطنی کا وصف ہو گیا کہ ادراک کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو لوگ واصل نہیں ہیں کہتے ہیں کہ ان کی صحبت میں جمعیت اور صفائی حاصل ہوتی ہے۔

اور جس کسی کو اس طریقہ میں سیر مرتبہ ظلال اسماء وصفات یا تجلی صفاتی میں حاصل ہے، البتہ اس کی توجہ کی تاثیر یا کیفیت وقوت ادراک میں آتی ہے۔ سمجھتے ہیں کہ ان کا باطن قوی ہے، نہیں، بلکہ دائمی تجلی ذاتی کے واصل فیوض وبرکات کے افاضہ میں عظیم شان رکھتے ہیں اور ان کے مستفید لوگوں میں تھوڑی مدت میں حرارت وشوق وحضور پیدا ہو جاتا ہے۔

هو الذی جعل لکم من الشجر الاخضر ناراً۔ ترجمہ: ''جس نے بنادی تم کو سبز درخت سے آگ۔''

ترجمہ: ''کچے آدمی سے پختگی کا کام سر نہیں آتا۔ یعنی ناتمام سالک سے مکمل فیض نہیں مل سکتا۔ بس بات مختصر یہی ہے کہ پیر پختہ چاہیے جس سے تکمیل ہوسکے۔ والسلام۔''

خاندان عالیہ نقشبندیہ کے علاوہ دیگر سلاسل میں کثرت ذکر جہر، حبس نفس اور سماع وغیرہ سے اکثر کیفیت وحالات ظاہر ہوتے ہیں جو خاندان نقشبندیہ میں مقام جذبہ وفنائے قلب کے مقام پر حاصل ہوتے ہیں، لیکن دونوں میں فرق ہے۔ (خاندان نقشبندیہ میں جو کیفیات پیدا ہوتی ہیں وہ یہ ہیں:) ۱۔ وسعت باطن، ۲۔ دوام حضور، ۳۔ کثرت انوار، ۴۔ توحید حالی، جس میں وہم وگمان کا شائبہ تک نہ ہو۔

دوسرے طریقوں میں کہ کثرت ذکر وحبس نفس واشغال، سماع، حرارت قلبی وذوق وشوق اکثر ظاہر ہوتا ہے اور وہ کیفیات جو مقام جذبہ نقشبندیہ حصول فنا میں حاصل ہوتی ہیں، ان ہر دو قسم کے حالات میں بہت فرق ہے۔ اس جگہ وسعت نسبت باطن اور دوام حضور وکثرت انوار وبرکات نصیب ہوتے ہیں اور توحید حالی بغیر وہم کے چھا جانے کے ظاہر ہوتی ہے اور اس جگہ محض حرارت وتپش قلبی ہے جو کہ بعض عوارض سے لاحق ہوگئی ہے۔ اگر حالت توحید ہے تو غلبہ واہمہ ومراقبہ توحید سے ہے، لیکن اگر یہ نسبت شریفہ فنا وبقا کو پہنچ جائے تو راہ خدا کے طالبان کے دلوں کو زندہ کرنے میں اکسیر اعظم ہے۔

ترجمہ: ''محبوب کس کو چاہتا ہے کہ اس کی چاہت محبت کس سے ہوجائے؟''

جان لیں کہ کثرت مراقبہ سے خطرات سے دل کی نگہبانی اور فیض الٰہی کا انتظار مقصود ہے کہ جس سے نسبت باطن میں گہرائی اور قوت پیدا ہوتی ہے اور کثرت ذکر تہلیل لسانی سے کہ جو اپنی ہستی اور جمیع موجودات کی ہستی کی نفی اور حق تعالیٰ کی ہستی کے اثبات سے عبارت ہے۔ مقررہ شرطوں کی رعایت سے فنا ونیستی قوی ہوجاتی ہے اور کثرت تلاوت قرآن مجید

سے نورانیت وصفا اور کثرت استغفار و نماز سے تضرع و نیاز اور کثرت درود سے منامات و واقعات عجیبہ ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اگر تو اپنی نسبت فنائیہ کی طرف متوجہ ہو تو دوسری حالت اور اگر اپنی نسبت بقائیہ کی طرف توجہ کرے تو دوسرا ذوق رونما ہوتا ہے۔ حالت بسط کے وقت میں اگر چہ ایک بال کے سرے کے برابر متغیر ہو تو شکر ادا کر اور تھوڑا مت جان اور قبض کے وقت میں سرد پانی سے، اگر نہیں تو گرم پانی سے بعد غسل دوگانہ نماز ادا کر اور استغفار کر اور اگر قبض نہ جائے تو پھر غسل یا وضو پر وضو و تضرع و التجا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی خدمت میں کر۔ تلاوت قرآن مجید ترتیل کے ساتھ اور موت کا تذکرہ اور پرانے قبرستان کی زیارت اور خیر کے مواقع پر حاضری اور سب سے پیارے مال سے صدقہ اور مرشد گرامی کی طرف توجہ قبض کو دفع کرنے والی ہے۔

لقمہ حرام سے قبض اور بے حلاوتی تین دن تک اور لقمہ شبہ سے اس لقمہ کے تحلیل تک اور صغیرہ گناہوں سے وضو اور ادائے نماز تک رہتی ہے اور تجلی ہو القابض سے قبض کا رفع ہونا ارادہ الٰہی پر موقوف ہے۔ کوشش کرتا رہ اور کشائش کی امید رکھ۔

ترجمہ: ''وہ کون عاشق ہے کہ جس کی حالت محبوب نہ جانے اور اس کی طرف نظر نہ کرے۔ حضرت! درد ہی نہیں ہے، طبیب تو موجود ہے۔''

معمولات ونصائح ضروریہ

فرماتے ہیں کہ جس کسی کو ضبط اوقات دوام ذکر و وظائف اور میسر روزی پر قناعت نہیں ہے اور اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ سے غیر اللہ مانگتا ہے، وہ اللہ کے راستے میں ناقص ہے اور حضرت خواجہ بزرگ امام الطریقہ خواجہ محمد بہاء الدین نقشبندؒ نے اپنے طریقے کے وظائف و اوراد کو احادیث صحیحہ سے جو کچھ ثابت ہوا ہے، اسی پر مقرر فرمایا ہے۔ پس اس طریقہ کے اہل کو کمال اتباع سنت ناگزیر ہے۔ وقت صبح ماثورہ دعائیں بقدر توفیق پڑھنی چاہئیں۔ دس بار درود شریف، دس بار استغفار اور دس بار اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم اور آیۃ الکرسی ایک

بار، سورۃ اخلاص اور معوذ تین سہ سہ بار۔ سبحان اللہ وبحمدہ صد بار وقت شام اور رات کو سوتے وقت بھی پڑھے۔ اس کے بعد ارواح طیبہ حضرات مشائخ قدس اللہ اسرارہم کے لیے فاتحہ پڑھ کر ذکر اور مراقبہ میں مشغول ہو جائے اور اشراق کے وقت میں دو رکعت دن کا شکرانہ اور دو رکعت استخارہ اس نیت کے ساتھ ادا کرے۔ یا اللہ! میں تیرے علم سے استخارہ کرتا ہوں کہ جو کچھ روز و شب میں میرے بارے میں بہتر مرادات ہوں میرے پیش آئیں اور سوئے قضا سے میری حفاظت فرما اور رضا کرامت فرما۔ بعد ازاں کتاب کے درس اور امور ضروریہ میں مشغول ہو۔ در وقت چاشت چہار رکعت کہ حدیث میں صلوٰۃ الاوابین یہی نماز ضحیٰ ہے۔ انہ کان للاوابین غفورا پڑھے۔ پس اگر میسر آئے تو قیلولہ کرے کہ رات کے قیام کی تائید کرنے والا ہے اور وقت زوال چار رکعت طول قنوت کے ساتھ پڑھے۔ بعد سنت مغرب چھ رکعت جو کہ لوگوں کے درمیان صلوٰۃ الاوابین کے نام سے مشہور ہے اور اولیٰ بیس رکعت ہے اور رات کو اگر کر سکے، تین حصے بنائے۔ ثلث اول و آخر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی کے لیے، درمیان ثلث وسط اپنے نفس کے آرام کے لیے مقرر کرے۔ وگرنہ رات کو چار حصوں میں تقسیم کرنا اہم جانے۔ دو پہر نیند کافی ہے۔ نماز تہجد جو کہ نیند سے بیدار ہونے کے بعد ہے اور نیند سے مغلوب آدمی کے لیے سونے سے پہلے بھی جائز ہے اور بے توفیق (جو رات کو بروقت تہجد نہ پڑھ سکے) کو چاشت کے وقت اس نماز تہجد کا تدارک ضروری ہے۔ بارہ رکعت یا دس رکعت یا آٹھ رکعت جتنا پڑھ سکتا ہو پڑھے۔ نوافل میں قرأت سورۃ یٰسین معمول ہے وگرنہ سورۃ اخلاص پڑھے۔ سحر کے وقت دعا و استغفار و ذکر و مراقبہ کرے۔ اگر ثلث شب سے بیدار ہو تو اذکار سے فراغت کے بعد تھوڑا سا سو جائے کہ اس کو خواب مشاہدہ کہتے ہیں۔ نماز صبح اول وقت میں کہ ستارے چمک دمک رہے ہوں پڑھے۔ وہ اوراد جو احادیث شریفہ سے ثابت شدہ ہوں وظیفہ کرنے چاہئیں۔

اور حافظ قرآن کو تلاوت قرآن مجید تہجد میں پڑھنا بہتر ہے اور غیر حافظ قرآن بعد نماز اشراق یا نماز ظہر تلاوت قرآن مجید ترتیل و تحسین آواز میں مشغول ہو اور ایک پارہ کی

مقدار یا زیادہ مقرر کرے اور اگر شوق و ذوق مطلوب ہو تھوڑا سا بلند آواز متوسط درجہ سے تلاوت کرے۔

کلمہ تجید سو بار اور درود سو بار عشاء کی نماز کے بعد وگرنہ ہر وقت کہ جب میسر آئے۔ معمول ہزار بار ہے جس قدر کہ ہو سکے پڑھے۔ استغفار رب اغفرلی وارحمنی و تب علی انک انت التواب الرحیم سو بار۔ رب اغفر وارحم واھدنی السبیل الاقوم سو بار اللّٰھم اغفرلی وارحمنی ولوالدی ولمن توالد و للمؤمنین والمؤمنات ۲۵ بار پڑھے۔

جان لو یہ نمازیں تلاوت و اوراد بے حضوری قلب صحیح نہیں ہیں، لہٰذا فرمایا ہے کہ سالک بعد ادائے نماز فرض وسنن وقضا سوائے ذکر و مراقبہ اور کسی چیز میں مشغول نہ ہوتا کہ حضور پختہ ہو جائے اور فنائے نفس و تہذیب اخلاق سے مشرف ہو جائے۔ اوراد میں سے ہر ورد اور امور میں سے ہر امر، امور معاش، درس و تدریس جو کہ اس کے سامنے آئے اس میں مشغول ہو۔ پرداخت وقوف قلبی و یادداشت کو لازم جانے مگر علوم دقیقہ میں مشغولی مضر ہے اور علم دین کا شغل نسبت باطن کا ممد فرماتے ہیں۔ خصوصاً علم حدیث کہ جامع تفسیر وفقہ وعلوم تصوف کا بشرط توجہ بہ روحانیت مقدس ومطہر آنحضرت ﷺ اور حفظ ادب کلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نصائح حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانیؒ فرماتے ہیں کہ اے بیٹا! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ علم، ادب، تقویٰ اور جمیع احوال جو تجھے درپیش ہوں، ان سب میں بزرگان سلف کا اتباع کر اور اہل سنت والجماعت کے حلقہ میں شامل رہ۔ فقہ و حدیث کا علم حاصل کر۔ جاہل صوفیوں سے پرہیز کر۔ امام اور موذن نہ بن، بلکہ نماز با جماعت کا پابند رہ۔ شہرت ایک آفت اور دین و دنیا اور آخرت میں مصیبت ہے، اس کا طالب نہ بن، اس سے بچ۔ کسی منصب میں مقید نہ

ہو۔ دائمی گمنامی اختیار کر۔ قبالہ ہا (قبالوں) میں اپنا نام نہ لکھ۔ عدالتوں میں نہ جا۔ کسی کا ضامن نہ بن۔ لوگوں کے وصایا میں نہ آ۔ بادشاہوں اور ان کے فرزندوں سے صحبت نہ رکھ۔ خانقاہ نہ بنا اور نہ ہی خانقاہ نشین بن۔ سماع میں مشغول نہ ہو۔ سماع دل کو مردہ کر دیتا ہے اور نفاق پیدا کرتا ہے، لیکن سماع کا انکار بھی نہ کر کہ اہل سماع سے بہت بزرگ اصحاب ہیں۔ کم بول، کم کھا، کم سو اور خلق سے ایسا گریز پا ہو جیسے لوگ شیر سے بھاگتے ہیں۔ اپنی خلوت کو لازم پکڑ۔ لڑکوں، عورتوں، بدعتیوں، امیروں اور عامیوں سے میل جول نہ رکھ۔ حلال رزق کھا اور مشتبہ چیزوں سے پرہیز لازم کر۔ جہاں تک ہو سکے عورت نہ کر کہ دنیا کا طالب ہو جائے گا۔ زیادہ نہ ہنس اور ہنسی میں قہقہہ سے پرہیز کر کہ زیادہ ہنسی دل کو مردہ کر دیتی ہے۔ چاہیے کہ ہر ایک کو شفقت کی آنکھ سے دیکھے اور کسی فرد بشر کو حقیر نہ جان۔ اپنے ظاہر کو آراستہ نہ کر کہ ظاہر کی آرائش باطن کی خرابی ہے۔ لوگوں کے ساتھ مت جھگڑ اور کسی سے کوئی چیز مت مانگ اور کسی کو اپنی خدمت کا حکم مت دے۔ مشائخ کی مال اور جسم و جان سے خدمت کر۔ ان کے افعال پر انکار مت کر کہ ان کے نہ ماننے والے کبھی نجات نہیں پاتے۔ دنیا اور اہلِ دنیا پر مغرور نہ بن۔ چاہیے کہ تیرا دل غمزدہ رہے۔ تیرا بدن بیمار۔ تیری آنکھ رونے والی۔ تیرا عمل خالص۔ تیری دعا تضرع اور زاری کے ساتھ ہو۔ تیرا لباس پرانا۔ تیرے ساتھی درویش۔ تیرا سرمایہ فقر۔ تیرا گھر مسجد اور تیرا مونس و غمخوار اللہ ہے جو پاک ذات ہے۔

احوال حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ

امام ربانی مجدد الف ثانی صاحب الطریقہ حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندیؒ نے طریقہ چشتیہ والد بزرگوار سے حاصل کیا اور اس سلسلہ عالیہ کے ارواح طیبہ قدس اللہ اسرارہم سے فیوض و اجازت و خلافت پائی اور بچپن میں ہی حضرت شاہ کمال قادری کیتھلی قدس سرہ کے منظورِ نظر تھے اور خرقہ تبرک حضرت شاہ کمالؒ حضرت شاہ سکندرؒ کے ہاتھ سے زیب تن فرمایا۔ جس کی حضرت شاہ کمالؒ نے واقعہ میں حضرت شاہ سکندرؒ کو حضرت مجددؒ کو

پہنانے کی تاکیدات فرمائی تھیں۔ اور ارواح مقدسہ اکابر خاندان قادریہ روح پر فتوح حضرت غوث الثقلینؒ سے فیوض و برکات واجازت وخلافت سے فائز ہوئے ہیں اور اجازت طریقہ کبرویہ مولانا یعقوب صرفیؒ سے کہ جن کے کمالات خطہ کشمیر میں مشہور ہیں، رکھتے ہیں۔ مگر نسبت خاص خاندان نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم جو کہ انہوں نے خواجہ آفاق حضرت باقی باللہؒ سے پائی ہے، حضرت ایشانؒ پر غالب ہے۔ ذکر و شغل ووضع وآداب اسی طرح معمول رکھتے ہیں۔ پس تبرک وتیمن کے لیے چاروں سلسلوں کے شجروں کا ذکر ضروری ہے تاکہ اس سلسلہ عالیہ کے متوسلان کے لیے موجب برکت ہو۔

اور باوجود اخذ وکسب فیوض جناب الٰہی سے ہر چار خاندان سے متعلق مواہب جلیلہ و عطاہائے نبیلہ سے سرفراز ہوئے ہیں کہ عقل ان کمالات وحالات کے ادراک میں حیران ہے۔ حضرت خواجہؒ نے حضرت ایشانؒ کے بارے میں فرمایا ہے کہ اس وقت ان جیسا آسمان کے نیچے کوئی نہیں اور اس امت میں ان جیسے چند حضرات معلوم ہوئے ہیں اور ان کے معلومات و مکشوفات سب صحیح اور اس قابل ہیں کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی نظر میں آئیں اور مکاتیب شریفہ حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز سے کمال حضرت ایشانؒ معلوم ہوتا ہے۔

ملا بدرالدینؒ نے حضرات القدس میں، محمد ہاشم کشمیؒ نے برکات احمدیہ میں اور محمد احسانؒ نے روضۃ القیومیہ اور دوسرے عزیزوں نے مقامات وطاعات وعبادات حضرت ایشانؒ کے مناقبات کے تحریر کرنے کے بعد لکھا ہے: **لا یحبہ الا مؤمن تقی ولا یبغضہ الا منافق** ۔ترجمہ: ”ان سے صرف مومن متقی محبت کرتا ہے اور صرف منافق ان سے بغض رکھتا ہے۔“ محمد ہاشم کشمیؒ نے برکات احمدیہ میں لکھا ہے کہ جس وقت حضرت خواجہؒ نے اپنے اصحاب کو حضرت ایشانؒ کی طرف استفادہ کے لیے ترغیب دے کر سرہند بھیجا، ایک شخص نے حضرت خواجہؒ کے امر شریف کا انکار کیا۔ وہ شخص خواب میں دیکھتا ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت ایشانؒ کی تعریف میں خطبہ پڑھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ مقبول میاں احمد ہمارا مقبول ہے اور مردود میاں احمد ہمارا مردود ہے۔

حضرت شیخ عبدالحقؒ اس رسالے کے خاتمے پر، جس میں انہوں نے حضرت ایشانؒ کے کلام شریف میں سوالات کیے ہیں، لکھتے ہیں کہ مجھے آپ کے بارے میں یہ آیت شریفہ:
وان یک کاذباً فعلیہ کذبہٗ وان یک صادقاً یصبکم بعض الذی یعدکم
القاء فرمائی گئی ہے۔ مخفی نہیں ہے کہ یہ آیت کریمہ فرعون اور فرعونیوں کے حضرت موسیٰؑ کے حق میں اشتباہ کو رفع کرنے کے لیے ہے۔ سبحان اللہ! حضرت ایشانؒ موسوی المشرب تھے۔ اگرچہ حضرت شیخ کے فرط غضب کی وجہ سے اس آیت کریمہ سے شبہات رفع نہ ہوئے، لیکن کچھ عرصہ بعد حضرت ایشانؒ کے کمالات کا اقرار کیا۔ چنانچہ اس مکتوب میں جو شیخ عبدالحقؒ نے حضرت مرزا حسام الدین احمدؒ کی خدمت میں ارسال کیا تھا، جبکہ مرزا حسام الدین احمدؒ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے اجلہ خلفاء میں سے تھے، اس مکتوب میں مذکور ہے کہ حضرت شیخ عبدالحقؒ اپنے انکار سے باز آگئے تھے اور فرمایا ہے کہ ایسے عزیزاں کو برا نہیں سمجھنا چاہیے۔ کسی کا انکار و اقرار جو کہ عربی لفظ کے ترجمہ سے بیہودہ سخن اور بیہودہ تعصب سے کہتا ہے اور معارف دقیقہ سے کوئی مساس نہیں رکھتا، قابل اعتبار نہیں ہے۔ جس شخص کی دیدہ بصیرت بینا اور اس کی نظر کشفی تدقیق حقائق میں رسا ہو، اگر اولو الابصار کے سخن میں دخل دے تو کوئی موقعہ محل بنتا ہے۔

اور اس سبب کے باوجود مولانا محمد بیگ بدخشیؒ نے حضرت ایشانؒ کے کلام پر اعتراض رفع کرنے کے لیے مکہ شریف میں رسالہ ترتیب دے کر مفتیوں کی مہر سے چار مذہب کے مفتیوں تک پہنچایا اور بالفعل اس جگہ موجود ہے اور حضرت ایشانؒ کے دوسرے مخلصان نے بھی اس ایذا رسانی پر نکتہ چینی کر کے سلوک راہ خدا میں سعادت پائی اور حضرت ایشانؒ نے خود بھی اعتراض دفع فرمایا۔ اہل انصاف جو حسد اور کینہ سے دور ہیں، کے لیے حضرت ایشانؒ کے جواب کافی و شافی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ میرا کلام سکر سے خالی نہیں۔ صحو خالص عوام کو نصیب ہے۔ فرماتے ہیں کہ اس راہ میں شبہ بہت ہیں اور ظل کے شبہ سے اصل کے ساتھ اور عروج سے نزول میں، مگر جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ فرماتے ہیں کشوف و

معارف خلاف کتاب وسنت مقبول نہیں ہیں۔ ان تین جملوں سے عقل دقیقہ یاب حضرت ایشانؒ کے کلام شریف پر اعتراض کا جواب ہوسکتا ہے اور ہر جواب کی تفصیل حضرت ایشانؒ کے مکتوبات شریفہ میں درج ہے، اس کی طرف رجوع کریں۔

مگر معارف غریبہ و مقامات جدیدہ کی تحریر سے اور بعد تقریر وتثبیت معارف متقدمین کوئی نقصان ان اکابر کی جناب میں عائد نہیں ہے۔ چنانچہ ملت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوات والتسلیمات کے ظہور سے سابقہ ملتوں کو کوئی نقصان لاحق نہیں ہوا۔ حضرت امام شافعیؒ کے جدید مذہب سے جو کہ حضرت امام مالکؒ کے شاگرد ہیں، امام مالکؒ کا مذہب قصور وار نہیں ہوا۔ فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانے۔ پھر اس شخص کی حالت کیا ہوگی جو اپنے کو اکابرِ دین سے اچھا خیال کرے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اکابرِ دین کی دولت کے ڈھیروں کا ادنیٰ خوشہ چین ہوں اور ان کی نعمتوں کے خوانچوں سے دامن کو بھرنے والا ہوں، کیونکہ مختلف انواع سے میری تربیت کی ہے اور کرم اور احسان کی اصناف سے مجھے نفع پہنچا ہے۔ ان اکابر قدس اللہ اسرارہم کے حقوق اپنے اوپر لازم رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں یہ علوم و معارف وحدت وجود احاطہ سریان ذاتی وغیرہ سے ان اکابر کو وسط راہ میں پیش آیا ہوگا اور اس مقام سے ترقی فرمائی ہوگی۔

اگر تو تتبع کلام اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کرے تو دیکھے گا کہ کتنے سخن ہائے بلند ان عزیزوں کی زبان سے نکلے ہیں۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں: سبحانی ما اعظم شانی، لوائی ارفع من لواء محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ دوسرے کہتے ہیں: قدمی علیٰ رقبۃ کل ولی اللہ۔ تیسرے فرماتے ہیں: قدمی علی جبھۃ کل ولی اللہ۔ اور اس میں کل اصحاب عظام اور حضرت امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کہ بالاتفاق اولیاء کرام سے افضل ہیں، داخل ہیں۔ نیز ایک اور کہتے ہیں کہ مقامات قرب میں ایک قدم اپنے سے بہتر دیکھا۔ مجھے غیرت آئی کہ کوئی صاحب مجھ سے سابق ہیں۔ کہا

گیا کہ یہ قدمِ مبارک آنحضرت ﷺ کا ہے۔ میرے دل نے تسکین پائی۔ دوسرے نے فرمایا کہ مقاماتِ قرب میں ایک دریا سے گزرا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام دریا کے اس طرف رہ گئے ہیں اور شیخ محی الدینؒ اپنے آپ کو ختم ولایت لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ختمِ رسالت ختم ولایت سے استفادہ کرتا ہے۔

پس ہر توجیہ جو ان اکابر کے تابعین اسی جیسے کلمات میں افادہ فرماتے ہیں، یا تو غلبہ حال سے یا ان مقامات کے اظہار پر مامور ہونے سے، یا اللہ تعالیٰ کی نعمت کے شکرانے کے طور پر، یا طالبانِ راہ کی ترغیب کے لیے، یا صرف ظاہری عبارات کے لیے کہ کبھی ان بزرگان کے الفاظ معانی مقصود سے مساعدت نہیں کرتے۔ انصاف کے پیش نظر وہی توجیہ ان اعتراضات کا جواب ہے، جو ظاہر بین لوگوں کو حضرت ایشانؒ کے کلام پر سوئے ظن سے کرتے ہیں۔ فلا تکن من الممترین۔ ترجمہ: ''تو شک کرنے والوں میں نہ ہو۔'' علوم و معارف جو کہ موافق کتاب وسنت ہیں، بعض غیر منقول الفاظ کی خود تاویل تفویض کرنی چاہیے اور زبان اعتراض نہیں کھولنی چاہیے۔ اس طائفہ عالیہ قدس اللہ اسرارہم کا منکر محلِ خطر میں ہے۔ حضرت عبداللہ انصاریؒ نے فرمایا ہے: انکار مت کر کہ انکار شوم ہے، انکار وہ کرتا ہے، جو اس کام سے محروم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور تمہیں اپنی محبت اور اپنے دوستوں کی محبت عطا فرمائے۔ آمین۔ المرء مع من احب۔ ترجمہ: ''انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے۔''

تمت بالخیر

الحمدلله رب العلمین۔ الحمدلله رب العلمین۔ الحمدلله رب العلمین۔ الحمدلله، حمداً کثیراً طیباً مبارکاً فیه کما یحب ربنا ویرضی، الحمدلله الذی بنعمته تتم الصالحات، اللّٰهم لك الثناء والحمد والکبریاء، کما انت اهله، فصل وسلم وبارك علی سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰل سیدنا ومولانا محمد، کما انت اهله وافعل بنا ما انت اهله، فانك انت اهل التقوی واهل المغفرة وصلی الله تعالٰی علی خیر خلقه سیدنا ومولانا محمد وعلی اٰله واصحابه اجمعین، برحمتك یاارحم الراحمین۔ آمین۔ آمین۔ آمین